قانونِ اسلامی ۔ اختصاصی مطالعہ ۷

اصولِ فقہ

قیاس

شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

قانونِ اسلامی۔ اختصاصی مطالعہ
اصول فقہ......۷
ادلّہ شرعیہ۔۲

قیاس

مفتی محمد مجاہد

شریعہ اکیڈمی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

قانون اسلامی۔ اختصاصی مطالعہ

اصول فقہ۔۔۔۔۷

ادلّہ شرعیہ۔۲

عنوان	:	قیاس
مؤلف	:	مفتی محمد مجاہد
نظر ثانی	:	سید عبدالرحمان بخاری
ادارت	:	ڈاکٹر عرفان خالد ڈھلوں
حتمی تصحیح	:	حبیب الرحمان
نگران منشورات	:	ڈاکٹر اکرام الحق یٰسین
نگران مطالعہ اسلامی قانون کورس	:	ڈاکٹر شہزاد اقبال شام
ناشر	:	شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد
مطبع	:	ادارہ تحقیقات اسلامی
سال طباعت	:	اول: ۲۰۰۲ء دوم: جون ۲۰۰۵ء سوم: اگست ۲۰۱۱ء
تعداد	:	۱۰۰۰ ۲۵۰۰ ۱۰۰۰

ISBN 978-969-8263-69-0

فہرست

۱۔	پیش لفظ	۵
۲۔	تعارف	۷
۳۔	قیاس	۹
۴۔	قیاس کی تعریف	۱۰
۵۔	قیاس کے ارکان	۱۰
۶۔	قیاس کی حجیت	۱۴
۷۔	قیاس کی حجیت میں شبہات اور ان کا ازالہ	۲۱
۸۔	قیاس کی شرائط	۲۵
۵۔	قیاس کی عمومی شرط	۲۶
۶۔	اصل اور حکمِ اصل کی شرائط	۲۷
۷۔	فرع کی شرائط	۲۹
۸۔	علت کی شرائط	۳۰
۹۔	مباحثِ علت	۳۲
۱۰۔	علت کا تعارف	۳۲

۱۱۔	مسالک علت	۳۳
۱۲۔	علت کو باطل کرنے والے امور	۳۶
۱۳۔	علت کی اقسام	۳۸
۱۴۔	قیاس کی اقسام	۳۹
۱۵۔	اہم نکات	۴۱
۱۶۔	کتب برائے مزید مطالعہ	۴۳
۱۷۔	مصادر و مراجع	۴۴

پیش لفظ

کسی ریاست کارائج قانون اس میں بسنے والوں کے اساسی نظریات وعقائد کا عکاس ہوتا ہے ورنہ قانون اور قوم میں اجنبیت کے باعث نہ تو قانون اس قوم میں قبولیتِ عام کی سند حاصل کرتا ہے اور نہ ہی قوم اس قانون کے احترام اور پاسداری میں گرمجوشی کا مظاہرہ کرتی ہے جس کا نتیجہ معاشرتی اشتات وانتشار اور بے چینی کی صورت میں نکلتا ہے۔ اگر قانون اجنبی اور مسلط کردہ ہو تو اس پر عمل جبر کے تحت ہوتا ہے اور مجبور قومیں آزاد نہیں ہوتیں۔ اجنبی قانون تو وہ قومیں اپناتی ہیں جو خود کسی دستور اور نظام قانون سے تہی دامن ہوتی ہیں۔

مسلم امہ اس لحاظ سے خوش قسمت ہے کہ دستور سازی اور قانون سازی پر اس کا عملی ورثہ بہت گراں ہے۔ گزشتہ ۱۳ صدیوں سے مسلمان اہل علم کی تحریریں قانون اور اصول قانون پر دنیا بھر کی رہنمائی کر رہی ہیں۔ امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ)، امام محمد شیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) اور امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کی کتابیں آج بھی روشنی کا منبع ہیں۔

امت مسلمہ کے قانونی اور دستوری نظام کے دو بنیادی عناصر ہیں جن کے بغیر اسلام کا قانونی نظام نہ تو اپنی صحیح شکل وصورت میں قائم رہتا ہے اور نہ ہی ان سے غذا حاصل کیے بغیر ترقی کی منازل طے کرتا ہے۔ پہلا بنیادی عنصر اسلامی عقائد ہیں جن کی وجہ سے اہل ایمان میں فکری استحکام پیدا ہوتا ہے۔ یہ فکری استحکام ایمان ویقین کی وجہ سے اس قدر مضبوط ہوتا ہے کہ صاحب ایمان کو ہر قسم کی فکری بے راہ روی سے محفوظ کر کے حق وصداقت کی جانب گامزن رکھتا ہے۔

دوسرا بنیادی عنصر اخلاق وتزکیہ ہے۔ مکارم اخلاق کی تعلیم اور تزکیہ نفس انسان کے کردار، مزاج اور رویہ کی اصلاح کر کے اسے معاشرہ میں تہذیب وشائستگی کے اعلیٰ مقام پر فائز رکھتے ہیں۔

امت مسلمہ جب تک اپنے فقہی اور قانونی ورثہ سے وابستہ رہی اس وقت تک اس کی ترقی کی رفتار بھی تیز رہی اور عالمی قیادت میں بھی اس کا نمایاں کردار رہا اور دنیا بھر کے انسانوں کی رہنمائی کے لئے بہترین نمونہ پیش کرتی رہی۔

لیکن جب مسلمانوں میں بنیادی عقائد کی تعلیم و تربیت کا نظام کمزور پڑ گیا اور اخلاقی اقدار میں ضعف پیدا ہوا تو اس کے اثرات مسلمانوں کی سیاسی، اجتماعی اور قانونی زندگی پر بھی مرتب ہوئے۔ پھر استعماری دور میں اسلامی روایات، نظام تعلیم، قانون اور تہذیب وتمدن کو مٹانے کے لئے منظم کوششیں کی گئیں جس کے نتیجے میں برصغیر میں ملک کے اسلامی، عدالتی اور تعلیمی نظام کی جگہ استعمار کے اپنے نظام نے لے لی۔ اس صورت حال نے اس پورے خطہ کو بری طرح متاثر کیا اور بتدریج ہر شعبہ زندگی میں شر وفساد سرایت کرتا چلا گیا جس کے تباہ کن اثرات سے آج ہم دوچار ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ نے برحق فرمایا تھا:

نَحْنُ قَوْمٌ اَعَزَّنَا اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ، وَاِنِ ابْتَغَيْنَا الْعِزَّةَ بِغَيْرِهٖ اَذَلَّنَا اللّٰهُ

ہم ایک ایسی قوم ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعہ عزت بخشی اگر ہم نے عزت کو

اسلام کے علاوہ کسی اور نظام حیات میں تلاش کیا تو اللہ ہم کو ذلیل کر دے گا۔

لیکن آج مسلمانوں میں موجودہ صورت حال کو تبدیل کرنے کی تڑپ پائی جاتی ہے۔وہ چاہتے ہیں کہ غیر اقوام کے قانون سے خود کو آزاد کرا کے قرآن وسنت کے نظام حیات میں دوبارہ عزت تلاش کریں۔اسی تڑپ کے وہ مظاہر ہیں جو دنیا کے مختلف خطوں میں عالم اسلام اور عالم کفر کے مابین کشمکش کی صورت میں نظر آرہے ہیں۔

امتِ مسلمہ کو ایسے رجالِ کار کی ضرورت ہے جن کی جدید قانونی نظریات پر تنقیدی نظر ہو۔اور جو فقہ اسلامی کے اصلی ماخذوں سے استفادہ کرنے کی دسترس رکھتے ہوں۔اس کے ساتھ ساتھ ان کا احکام شریعت کی اکملیت، حقانیت اور ان کے قابل عمل ہونے پر غیر متزلزل ایمان اور ان احکام کو روبہ عمل دیکھنے کی حقیقی تمنا اور لگن بھی ہو۔

ایسے رجال کار کی تیاری میں شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد بھی اپنے قیام کے روزِ اوّل سے مصروف عمل ہے۔اس سلسلے میں بیرون ملک کے ساتھ ساتھ پاکستان میں بھی قانون دان طبقوں کے تربیتی پروگراموں کا انعقاد مسلسل جاری ہے۔اس کے علاوہ تصنیف وتالیف کے شعبہ میں فقہ اسلامی کے مختلف موضوعات پر شریعہ مونوگرافس کی تیاری اور اردو اور انگریزی زبانوں میں تراجم کا کام بھی ہو رہا ہے۔ شریعہ اکیڈمی کے تحت "مطالعہ اسلامی قانون" پر ایک ابتدائی کورس کامیابی سے چل رہا ہے۔اس ایک سالہ فاصلاتی کورس کے ذریعے اندرون اور بیرون ملک سینکڑوں افراد اسلامی قانون کے مختلف پہلوؤں سے آگاہی حاصل کر چکے اور کر رہے ہیں۔

ہم نے اس ابتدائی کورس کے آغاز پر اس عزم کا اظہار کیا تھا کہ فقہ اسلامی کے مختلف موضوعات پر "ایڈوانس کورسز" تیار کیے جا رہے ہیں اور جلد ہی ان کو شروع کر دیا جائے گا۔اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ اس نے ہمارے عزم کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت بخشا، ہماری راہیں آسان فرمائیں اور ہم اس قابل ہوئے کہ اصول فقہ (ISLAMIC JURISPRUDENCE) میں اختصاصی مطالعہ (ADVANCE COURSE) کا اجراء کر سکیں۔فاصلاتی نظام کے تحت یہ اختصاصی مطالعہ چوبیس درسی اکائیوں پر مشتمل اور ایک سالہ دورانیہ کا ہے۔

اسلامی قانون میں دیگر اختصاصی مطالعہ جات کی تیاری کا کام جاری ہے۔ہم بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہیں کہ اس نے جس طرح ہمیں اصولِ فقہ میں اس اختصاصی مطالعہ کو شروع کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے اسی طرح ہمارے دیگر منصوبوں کی تکمیل میں بھی فضلِ الٰہی شاملِ حال رہے گا۔إن شاء الله۔

پاکستان بلکہ پوری ملت اسلامیہ پر قانون الٰہی کے غلبہ وقیادت کے لئے مطلوبہ رجال کار کی تیاری کسی ایک ادارے کا کام نہیں ہے بلکہ اس میں امتِ مسلمہ کے ہر فرد کو اپنی حیثیت کے مطابق کردار ادا کرنا ہے۔

ہم اہل علم سے ایسی تجاویز کا خیر مقدم کریں گے جو ہمارے منصوبوں کی بہتری میں مدد ومعاون ہوں۔

ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی
ڈائریکٹر جنرل شریعہ اکیڈمی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

تعارف

اس سے پہلے آپ اصول فقہ کی جن درسی اکائیوں کا مطالعہ کر چکے ہیں ان میں آپ نے اصول فقہ کا تعارف اور حکم شرعی کے مصادر اصلیہ (قرآن و سنت) کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں' جبکہ حکم شرعی کے مصادر ثانویہ میں سے ''اجماع'' کا مطالعہ کیا ہے۔ حکم شرعی کے مصادرِ ثانویہ میں سے ایک ''قیاس'' ہے۔ اس درسی اکائی میں قیاس کا مطالعہ ہمارے پیش نظر ہے۔ جہاں یہ بات بالکل درست ہے کہ اسلام ایک جامع ضابطہ حیات ہے وہاں اس بات سے انکار کی بھی گنجائش نہیں کہ زمان و مکان کے تغیر سے مختلف طبقات کے لوگوں کو متعدد شعبہ ہائے زیست میں جن بے شمار سائل کا سامنا ہے ان میں سے ہر ایک مسئلہ کا اپنی جزئیات سمیت تفصیلی حل قرآن و سنت میں بیان نہیں کیا گیا۔ بہت سے مسائل کا حکم قرآن و سنت میں تصریح کے ساتھ موجود ہے تو اس سے زیادہ مسائل ایسے ہیں جن کا حکم قرآن و سنت میں صراحت سے موجود نہیں ہے۔ ایسے غیر منصوص سائل میں شرعی حکم کا استنباط کرنے کے لیے ایک اہم مصدر قیاس ہے۔

اس درسی اکائی میں بتایا جائے گا کہ قیاس کیا ہے؟ اس کے ارکان کیا ہیں؟ قیاس کے دلیل شرعی ہونے کی بنیاد کیا ہے؟ قیاس کے قابل قبول ہونے کی شرائط کیا ہیں؟ مزید یہ بتایا جائے گا کہ علت کیا ہے؟ اس کے معلوم کرنے کے ذرائع کیا ہیں؟ وغیرہ۔ اور آخر میں قیاس کی اقسام پر مختصر گفتگو ہو گی۔

قیاس

اسلام ایک جامع اور مکمل ضابطۂ حیات ہے' تمام مسائل زندگی اس کی تعلیمات کی گرفت میں ہیں۔ البتہ احکامِ اسلام دو طرح کے ہیں :

۱۔ منصوص

جن کا صریح حل قرآن و سنت میں موجود ہو۔

۲۔ غیر منصوص

جن کا صریح حل قرآن و سنت میں موجود نہیں۔ اس دوسری قسم کے مسائل کا حل معلوم کرنے کے لیے اجتہاد کا اصول دیا گیا ہے۔ مصادر (Sources) میں سے ایک قیاس بھی ہے۔

قیاس کی تشریح

قیاس ان مصادر میں سے ایک ہے جن کے ذریعے غیر منصوص مسائل (جن کا صریح حل قرآن و سنت میں موجود نہیں) کا حل نکالا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ شارع جب کوئی حکم جاری کرتا ہے تو اس حکم کی تہہ میں کوئی مقصد اور منشا ہوتا ہے جو اس حکم کی بنیاد بنتا ہے۔ حکم کی بنیاد بننے والے مدار کو ''علت'' کہا جاتا ہے (جس پر تفصیلی گفتگو اسی اکائی میں آرہی ہے) چونکہ حکم کا اصل مدار یہ ''علت'' ہے' اس لیے یہی علت جب کسی اور چیز (جس کے بارے میں حکم جاری کرتے ہوئے سکوت اختیار کیا گیا ہے) میں بھی موجود ہوتی ہے تو سننے والے کو غالب گمان ہو جاتا ہے کہ اس علت کی بنا پر جو حکم پہلی چیز کا ہے وہی اس دوسری چیز کا بھی ہے۔

یہاں غور کیا جائے تو چار چیزیں سامنے آتی ہیں :

۱۔ وہ چیز جس کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ اس کو ''اصل'' کہتے ہیں۔ اسے مقیس علیہ' محمول علیہ اور مشبہ بہ بھی کہتے ہیں۔

۲۔ وہ حکم جو اس چیز کے لیے بیان کیا گیا ہے۔ اس کو ''حکم اصل'' یا ''حکم منصوص'' کہتے ہیں۔

۳۔ وہ چیز جو اس حکم کا مدار بن رہی ہے۔ اس کو ''علت'' کہتے ہیں۔

۴۔ وہ چیز جس کا حکم بیان نہیں کیا گیا ہے۔ اس کو ''فرع'' کہتے ہیں۔ اسے مقیس' محمول اور مشبہ بھی کہتے ہیں۔

اس کی سادہ مثال یہ ہے کہ ایک کمرے میں دو کھڑکیاں ہیں۔ (۱) دائیں (۲) بائیں _____ صاحب نے اپنے ملازم کو

کہا کہ دائیں کھڑکی پر پردہ کھینچ دو۔ ملازم نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ دائیں کھڑکی کا پردہ کھینچنے کا منشاء یہ ہے کہ اس میں سے دھوپ آرہی ہے۔ اب اگر وہ دیکھتا ہے کہ تھوڑی دیر کے بعد بائیں کھڑکی سے بھی دھوپ آنے لگی ہے تو وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہوگا کہ اس کھڑکی کا حکم بھی یہی ہے کہ اس کا پردہ کھینچ دیا جائے۔ اس مثال میں مندرجہ بالا چار چیزوں کا وجود اس طرح ہے

۱۔ اصل '(جس کا حکم بیان کیا گیا ہو) : دائیں کھڑکی۔

۲۔ حکم اصل : پردہ کھینچنا۔

۳۔ علت : دھوپ آنا۔

۴۔ فرع '(جس کا حکم بیان نہیں کیا گیا) بائیں کھڑکی۔

اس مثال میں اگرچہ بائیں کھڑکی کا حکم ذکر نہیں کیا گیا 'لیکن اس کا حکم اس طریقے سے معلوم کر لیا گیا ہے کہ اصل (دائیں کھڑکی) کا حکم (جو کہ پردہ کھینچنا ہے) فرع (بائیں کھڑکی) میں جاری کر دیا گیا ہے۔ اس بناء پر کہ دائیں کھڑکی پر پردہ کھینچنے کی جو علت ہے وہ بائیں کھڑکی میں بھی موجود ہے۔ ایک ہی علت کا دونوں چیزوں میں پایا جانا ''اشتراک علت'' کہلاتا ہے۔

قیاس کی تعریف

قیاس لغت میں ''تقدیر'' یعنی اندازہ لگانے کو کہتے ہیں۔ عربی زبان میں کہا جاتا ہے :

قست الثوب بالزراع' یعنی میں نے کپڑے کو میٹر سے ناپا۔

اشتراکِ علت کی بناء پر حکم منصوص کو غیر منصوص میں جاری کرنا (۱)۔

یا

قرآن و سنت میں صراحت سے بیان کیے ہوئے حکم کو ایسی چیز میں جاری کرنا جس کا حکم صراحتاً مذکور نہیں 'اس بناء پر کہ قرآن و سنت میں بیان کیے ہوئے حکم کی علت اس چیز میں بھی پائی جاتی ہے۔

قیاس کے ارکان

قیاس کے ارکان چار ہیں :

(۱) اصل (۲) حکم اصل (۳) علت (۴) فرع

اصل : جس کا حکم صراحتاً مذکور ہے۔

۱۔ نہایۃ السؤل ۴/۲

حکمِ اصل : جو حکم صراحتاً مذکور ہے۔

علّت : وہ چیز جو مدارِ حکم بن رہی ہے۔

فرع : جس کا حکم صراحتاً مذکور نہیں۔

ان میں سے ہر ایک کی تفصیلات الگ عنوانات کے تحت ذکر کی جائیں گی۔

مثالیں : مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قیاس کی حقیقت مزید واضح کرنے کے لیے قرآن و سنت میں سے چند مثالوں کا مطالعہ کیا جائے۔

قرآن کریم سے مثالیں

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے :

لا جُناحَ علیْهِنَّ فِي آبائِهِنَّ ولا أبْنائِهِنَّ ولا إخْوانِهِنَّ ولا أبْناءِ إخْوانِهِنَّ ولا أبْناءِ أخَواتِهِنَّ(۲)

عورتوں پر اپنے باپوں، اپنے بیٹوں، اپنے بھائیوں، اپنے بھتیجوں اور اپنے بھانجوں کے سامنے آنے میں کوئی گناہ نہیں۔

باپ، بیٹے، بھائی، بھتیجے، بھانجے کا حکم ذکر کیا گیا ہے کہ عورت پر ان سے پردہ نہیں۔ اس کی علت یہ ہے کہ یہ سب رشتے عورت کے محرم ہیں یعنی ان کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔ اب اگرچہ ماموں اور چچا کا آیت میں ذکر نہیں، لیکن محرم ہونے والی علت ان میں بھی موجود ہے، اس لیے ان کا حکم بھی یہی ہے کہ ان سے پردہ نہیں۔ یہاں یوں کہا جائے گا کہ چچا اور ماموں سے پردہ نہ ہونے کا حکم باپ، بیٹے وغیرہ پر قیاس کر کے ثابت ہوا۔ ارکان قیاس کی تفصیل کے لیے خاکہ ملاحظہ ہو۔

اصل	باپ، بیٹا، بھائی، بھتیجا، بھانجا
حکمِ اصل	پردہ نہیں
علت	محرم ہونا
فرع	چچا، ماموں
قیاس کی صورت	محرم ہونے کی علت میں اشتراک کی بناء پر باپ، بیٹے وغیرہ کی طرح ماموں اور چچا سے پردہ نہیں۔

قرآمجید میں ہے :

۲۔ الاحزاب : ۵۵

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِي لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ(۳)

اے ایمان والو! جب نماز کے لئے جمعہ کے دن اذان دی جائے تو اللہ کی یاد یعنی نماز کے لئے جلدی کرو۔ اور خرید و فروخت ترک کر دو اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔

مندرجہ بالا آیت کی رو سے اذان جمعہ کے بعد ہر قسم کی خرید و فروخت منع ہے۔ اس ممانعت کی علت یہ ہے کہ جمعہ کی اذان کے بعد خرید و فروخت کے معاملات میں مشغولیت سے یہ اندیشہ ہے کہ انسان نماز سے غافل ہو جائے اور جمعہ کی نماز رہ جائے۔

لہذا یہ علت اذان جمعہ کے بعد جس کام میں بھی پائی گئی اس پر یہی حکم لاگو ہوگا۔ مثلاً پارلیمنٹ کا اجلاس جاری رہنا، عدالتوں میں مقدمات کی سماعت ہونا، کسی سے اجرت پر کام لینا یا رہن کا معاملہ کرنا۔ یہ سب امور بھی اس قرآنی آیت کی رو سے اذان جمعہ کے بعد قیاساً منع ہیں حالانکہ آیت میں بیع کا ذکر ہے قانون سازی، قضا، اجارہ یا رہن کے بارے میں بیان نہیں دیا گیا۔ لہذا اصل (یعنی بیع) کا حکم (یعنی ممانعت) علت میں اشتراک (یعنی نماز جمعہ سے غفلت) کی وجہ سے فرع (یعنی مقننہ اور عدلیہ کی کارروائی، اجارہ اور رہن وغیرہ) پر لگا دیا جائے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ(۴)

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے (یہ سب) ناپاک کام اعمال شیطان ہیں۔ پس ان سے بچتے رہنا تاکہ نجات پاؤ۔

اس آیت کی رو سے شراب حرام ہے۔ اس کی حرمت کی علت نشہ پیدا کرنا ہے۔ لہذا یہ علت جس مشروب میں بھی پائی جائے گی اس پر شراب کا حکم نافذ ہوگا اور وہ حرام ہے۔

حدیث سے مثال

حدیث شریف میں ہے: "**من ابتاع طعاماً فلا يبعه حتى يستوفيه**" (۵)

"جو شخص طعام خریدے وہ اس کو اس وقت تک نہ بیچے، جب تک کہ وصول نہ کر لے)

۳۔ الجمعہ: ۹

۴۔ المائدہ: ۹۰

۵۔ جامع ترمذی ۱/ ۲۴۲

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غلّہ خرید کر قبضہ سے پہلے اس کو آگے بیچنا جائز نہیں۔اس کی علت یہ ہے کہ خریدا ہوا غلّہ ابھی قبضے کے ذریعے خریدار کے قبضہ اور تصرّف میں نہیں آیا۔اگر غلّہ کے علاوہ کوئی اور چیز خریدی گئی ہو اور اس پر خریدار کا قبضہ نہ ہوا ہو تو خریدار کے قبضہ میں داخل نہ ہونے والی علت اس میں بھی موجود ہے۔لہٰذا غلّہ کے علاوہ دیگر تمام اشیاء کا حکم بھی یہی ہونا چاہیے کہ خریدنے کے بعد جب تک ان کو وصول نہ کیا جائے آگے بیچنا جائز نہیں۔

چنانچہ کہا جائے گا کہ غلّہ کے علاوہ دیگر اشیاء کا یہ حکم حدیث میں مذکورہ طعام کے حکم پر قیاس کر کے ثابت کیا گیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس حدیث کو روایت فرمانے کے بعد یہ جملہ ارشاد فرمایا کرتے تھے:

"وأحسب كل شيئ مثله" (۶)

''میری رائے میں ہر چیز کا حکم طعام کی طرح ہے''

وضاحت کے لیے خاکہ ملاحظہ ہو:

اصل	طعام
حکمِ اصل	خرید کر قبضہ سے پہلے بیچنا جائز نہیں۔
علت	خریدار کے قبضہ میں نہ ہونا۔
فرع	طعام کے علاوہ دیگر اشیاء۔
قیاس کی صورت	قبضہ میں نہ ہونے کی علت مشترک ہونے کی بناء پر طعام کی طرح دیگر اشیاء بھی قبضہ سے پہلے بیچنا جائز نہیں۔

نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے:

لا يرث القاتل (۷)

قاتل کو مقتول کی وراثت نہیں ملے گی۔

یعنی اگر کسی نے ایسے شخص کو جس کی وراثت میں وہ حصہ دار ہے' جلد وراثت حاصل کرنے کے ارادے سے قتل کر دیا تو قاتل کو مقتول کی جائیداد میں سے حصہ نہیں ملے گا۔ قاتل وارث کو مقتول مورث کے ترکہ سے محروم کرنے کے حکم میں علت ''استعجال قبل الوقت'' یعنی وقت سے قبل ہی اپنا حق حاصل کرنے کی خواہش ہے۔لہذا یہ علتِ استعجال جس حق میں بھی پائی جائے گی صاحبِ حق کو اس کے حق سے محروم کر دیا جائے گا۔

۶۔ حوالہ مذکورہ

۷۔ مسند احمد بن حنبل ۱/ ۴۹

مثلاً 'الف' نے وصیت کی کہ اس کے مرنے کے بعد اس کا مکان 'ب' کو دے دیا جائے۔ 'ب' نے اس مکان پر جلد قبضہ کرنے کے لئے 'الف' کو قتل کر دیا۔ اس مثال میں بھی منصوص حکم والی علت استعجال یعنی قبل از وقت اپنا حق حاصل کرنے کی خواہش پائی جاتی ہے لہذا علت میں اشتراک کے سبب قاتل وارث کا حکم ہی قاتل موصی لہ (جس کے لیے وصیت کی گئی تھی) کے لئے بھی ہوگا اور اسے وصیت سے محروم کر دیا جائے گا۔

قیاس کی اس تعریف اور مثالوں سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ قیاس اجتہاد کے ہم معنی نہیں ہے۔ آپ اجتہاد پر مستقل **اکائی** میں پڑھیں گے کہ اجتہاد ایک عام عمل ہے یعنی کسی حکم کے شرعی دلائل معلوم کرنا' جبکہ قیاس کے ذریعہ علت کے واسطے سے حکم معلوم کیا جاتا ہے اور یہ بھی عمل اجتہاد کی ایک قسم ہے۔

قیاس کی حجیت

جس مسئلہ کا صریح حکم قرآن و سنت میں نہ ہو اور نہ ہی اس سلسلے میں اجماع منعقد ہوا ہو' ایسے مسئلہ کو معلوم کرنے کے لیے قیاس ایک دلیل شرعی ہے' بشرطیکہ قیاس اپنے تمام مطلوبہ تقاضوں اور شرائط کے ساتھ ہو جن کی تفصیل اگلے صفحات میں آرہی ہے۔

قیاس کے دلیل شرعی ہونے پر گفتگو کو ہم دو مرحلوں میں تقسیم کرتے ہیں :

۱۔ قیاس کی حجیت کے دلائل (قرآن کریم' سنت نبوی' اجماع اور عقلی دلائل کی روشنی میں)

۲۔ قیاس کی حجیت میں شبہات اور ان کا ازالہ۔

۱۔ قیاس ______ قرآن کی روشنی میں

(۱) قرآن کریم میں ہے :

فاعْتبرُوا يااُولي الْأبْصار (۸)

تو اے دانشمندو! عبرت حاصل کرو۔

اس آیت میں ''اعتبار'' کا حکم ہے۔ اور مفسرین نے ''اعتبار'' کی تفسیر اس طرح کی ہے : ''**رد الشيئ إلى نظيره بأن يحكم عليه بحكمه**'' (۹) یعنی ایک چیز کو اس کی نظیر (مثال) کی طرف لوٹانا تاکہ نظیر کا حکم اس چیز پر بھی جاری کیا جا سکے۔ اور قیاس کی حقیقت بھی یہی ہے' لہذا قرآن کریم کے اس ''اعتبار'' کے حکم میں قیاس بھی شامل ہے۔ چنانچہ مشہور فقیہ ابو بکر جصاص لکھتے ہیں :

۸۔ الحشر : ۲

۹۔ روح المعانی ۲۸/ ۴۲۔ اصول السرخسی ۲/ ۱۲۵

''اس آیت میں اعتبار کا حکم ہے اور نئے پیش آنے والے مسائل میں قیاس کرنا بھی اعتبار کی ایک قسم ہے'لہٰذا قیاس کا واجب الاستعمال ہونا ظاہر آیت سے ثابت ہے''(۱۰)۔

۲۔ قرآن کریم میں ہے:

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ(۱۱)

''اور جب ان لوگوں (منافقین) کو کسی امر جدید کی خبر پہنچتی ہے خواہ امن ہو یا خوف تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں اور اگر یہ لوگ اس خبر کو رسول ﷺ اور ایسے امور کو سمجھنے والوں (کی رائے) کے حوالے کر دیتے تو ان میں سے تحقیق کرنے والے اس بات (کی حقیقت) کو جان لیتے۔''

اس آیت میں ''استنباط'' کرنے والے کی تعریف کی گئی ہے۔ اور ''استنباط'' کا معنی ہے: ''چیز کو اس کے ماخذ سے نکالنا''(۱۲)۔ مثلاً کنوئیں سے پانی نکالنا اور دھات کو کان سے نکالنا۔ اور استنباط کا یہ مفہوم قیاس میں بھی موجود ہے'اس لیے کہ قیاس میں بھی قرآن و سنت میں بیان کئے ہوئے حکم کی علت کا استنباط کیا جاتا ہے'پھر اس علت کی بناء پر دوسری اشیاء میں بھی وہی حکم جاری کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اس آیت میں جب استنباط کی تعریف کی گئی تو اس کے ضمن میں قیاس بھی داخل ہے۔

۳۔ قرآن کریم میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا(۱۳)

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اہل حکومت کی بھی اور اگر کسی امر میں اختلاف کرنے لگو تو اس میں اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو'اگر تم اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔''

علامہ آلوسیؒ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے: ''صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت قیاس کو ثابت کرنے کی دلیل ہے'

۱۰۔ احکام القرآن ۳ ۴۲۹

۱۱۔ النساء: ۸۳

۱۲۔ روح المعانی ۵ ۹۵

۱۳۔ النساء: ۵۹

بلکہ اس میں تمام (چاروں) دلائل شرعیہ (کتاب، سنت، اجماع، قیاس) کا ذکر آ گیا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے کتاب اللہ پر عمل کرنا مراد ہے اور رسول ﷺ کی اطاعت کرنے سے سنت پر عمل مراد ہے جبکہ کتاب و سنت کے حوالے کرنے کا معنی یہ ہے کہ قرآن و سنت میں تصریح نہ ملنے کی وجہ سے جس بات میں اختلاف ہو رہا ہو اس کا حکم کتاب و سنت کے اصول اور علت کی بنیاد پر معلوم کرو اور اسی کو قیاس کہتے ہیں۔ آیت کے لفظ "**إن تنازعتم**" (اگر تمہارے درمیان اختلاف ہو) سے معلوم ہوا کہ اختلاف نہ ہونے کی صورت میں جس بات پر اتفاق ہے اس پر عمل کیا جائے گا اور یہی اجماع ہے"(۱۴)۔

۴۔ قرآن کریم کی بہت سی آیات میں مضامین کو قیاس کے طریقے سے ثابت کیا گیا ہے۔ علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ اس قسم کی آیات جن میں قرآن کریم قیاس کے طریقے سے دلیل پیش کر رہا ہے چالیس سے زیادہ ہیں (۱۵)۔ ایسی آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے قیاس کو بطور دلیل تسلیم کیا ہے۔

مثال کے طور پر اس قسم کی چند آیات یہ ہیں :

(۱) إنَّ مَثَلَ عيسى عِنْدَ اللّٰه كمَثَلِ آدم(۱۶)

یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال آدم علیہ السلام کی طرح ہے۔

اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بن باپ پیدا ہونے کو حضرت آدم علیہ السلام کے بغیر ماں باپ پیدا ہونے پر قیاس کیا گیا ہے۔

(۲) ومِنْ آياته أنَّك ترى الْأرْض خاشعةً فإذا أنزلْنا عليْها الْماءَ اهْتزَّتْ وربتْ إنَّ الَّذي أحْياها لمُحْيِي الْموْتى إنَّهٗ على كُلِّ شيْءٍ قديرٌ(۱۷)

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ تو زمین کو دیکھتا ہے کہ دبی دبائی پڑی ہے۔ پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے۔ جس نے زمین کو زندہ کر دیا ہے وہی مردوں کو زندہ کرے گا۔ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس آیت میں قیامت میں مردوں کے زندہ ہونے کو زمین کے زندہ ہونے پر قیاس کر کے ثابت کیا گیا ہے۔

(۳) قُلْ يُحْيِيها الَّذي أنشأها أوَّل مرَّةٍ وهُو بكُلِّ خلْقٍ عليمٌ(۱۸)

۱۴۔ روح المعانی ۵ ۶۷
۱۵۔ اعلام الموقعین ۱ ۱۳۰
۱۶۔ آل عمران : ۵۹
۱۷۔ فصلت : ۳۹
۱۸۔ یٰس : ۷۹

کہتا ہے کہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا' جبکہ وہ ہڈیاں بوسیدہ ہو گئی ہوں۔آپ فرما دیجئے ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار ان کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر طرح کا پیدا کرنا جانتا ہے۔

اس آیت میں دوبارہ زندہ کرنے کو پہلی بار پیدا کرنے پر قیاس کر کے ثابت کیا گیا ہے۔جو ذات کسی عمل کی ابتداء پر قادر ہے وہ اس کے ختم ہو جانے کے بعد اسے دوبارہ کرنے پر بدرجہ اولی قدرت رکھتی ہے کیونکہ کسی چیز کا اعادہ اس کی ابتداء سے زیادہ آسان ہے۔مندرجہ بالا آیت میں کفار پر حجت قائم کی جارہی ہے کہ وہ اپنے دوبارہ زندہ کیے جانے کو اپنی پیدائش پر قیاس کریں۔

ب۔ قیاس ______ احادیث کی روشنی میں

ا۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا امیر بنا کر بھیجتے ہوئے ارشاد فرمایا :

''جب تمہارے سامنے کوئی مقدمہ پیش آئے گا تو تم فیصلہ کیسے کرو گے ؟ حضرت معاذ نے عرض کیا : ''اللہ کی کتاب کے مطابق !''آپ نے ارشاد فرمایا ''اگر کتاب اللہ میں وہ مسئلہ نہ پاؤ تو'' عرض کیا : ''پھر رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق !''آپ نے ارشاد فرمایا : ''اگر میری سنت میں بھی نہ پاؤ تو'' عرض کیا : ''میں اجتہاد کروں گا اور اپنی کوشش میں کوئی کمی نہیں چھوڑوں گا۔''آپؐ نے حضرت معاذ کے سینے پر ہاتھ مارا اور ارشاد فرمایا : ''شکر ہے اس خدا کا جس نے اپنے نبی کے قاصد کو ایسے کام کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول ﷺ خوش ہے ''(۱۹)۔

اس حدیث میں واضح اور دوٹوک الفاظ میں اجتہاد کی تائید و تحسین فرمائی گئی اور قیاس 'اجتہاد کے طریقوں میں سے ایک ہے۔

(۲) صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ ایک عورت نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ میری والدہ نے حج کی نذر (منت) مانی تھی اور اب ان کا انتقال ہو گیا ہے۔کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں۔آپؐ نے ارشاد فرمایا **نعم ! حجّی عنها' أرأیت لو کان علی أمك دین أكنت قاضیته؟ قالت : نعم ! فقال : اقضوا الله فإن الله أحق بالوفاء ۔**

جی ہاں ! تم والدہ کی طرف سے حج کر سکتی ہو۔بھلا یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری والدہ پر قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتی ؟اس نے عرض کیا'جی ہاں !آپؐ نے فرمایا : تو پھر اللہ کا قرض بھی ادا کرو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ادائیگی کے زیادہ حقدار ہیں (۲۰)۔

(۳) سنن ابو داؤد میں ایک روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس کی بیوی نے ایک سیاہ رنگ کے بچے کو جنم دیا ہے نبی اکرم ﷺ نے اس سے پوچھا : کیا تیرے پاس اونٹ ہیں ؟اس نے جواب دیا : جی ہاں۔آپ ﷺ نے پوچھا : ان کے رنگ کون کون سے ہیں ؟اس نے کہا : سرخ۔آپ ﷺ نے پوچھا : کیا ان اونٹوں میں کوئی خاکستری رنگ کا بھی ہے ؟

۱۹۔ مشکوۃ : ۳۲۴ بحوالہ ترمذی 'ابوداؤد' دارمی۔

اہل علم اس حدیث کی اسنادی حیثیت کی تفصیل کے لیے ابن القیم کی ''اعلام الموقعین'' ج ۱ ۲۰۲ کی طرف مراجعت کر سکتے ہیں۔

۲۰۔ صحیح البخاری ۲ : ۱۰۸۸

اس نے جواب دیا : جی ہاں' آپ ﷺ نے پوچھا : اس کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے۔ وہ کہاں سے آگیا ؟ اس نے جواب دیا کہ ممکن ہے وہ کسی رگ کے فساد کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہو۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا : وہی رگ کا فساد یہاں بھی پایا جا سکتا ہے (۲۱)۔

اس روایت میں نبی اکرم ﷺ نے نوزائیدہ بچے کے سیاہ رنگ کو اونٹ کے خاکستری ہونے پر قیاس فرمایا اور یوں صحابی کو سمجھا دیا کہ وہ اپنی بیوی پر بد گمانی مت کرے۔

مندرجہ بالا روایات اس بات کی طرف واضح طور پر نشاندہی کر رہی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی مبارک میں خود قیاس فرما کر امت کے لئے قیاس سے کام لینے کی اجازت عطا فرمائی ہے۔

(۴) بہت سی احادیث میں آپؐ نے جہاں شریعت کا حکم بیان فرمایا وہاں حکم کی علت بھی بیان فرمائی۔ علت بتانے کا فائدہ یہی ہو سکتا ہے کہ اس علت کی بناء پر یہی حکم دوسری چیزوں میں بھی جاری کیا جا سکتا ہے۔ یہی تو قیاس ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپؐ نے بہت سے احکام کی علتیں بتا کر قیاس کا راستہ کھولا ہے۔ اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں :

ا۔ آپؐ سے سمندر کے پانی کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا اس سے وضو کیا جا سکتا ہے ؟ ارشاد فرمایا :

هو الطهور ماء ه

سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے۔ (۲۲)

دیکھئے ! آپؐ نے صرف یہ حکم بتانے پر اکتفا نہیں فرمایا کہ سمندر کے پانی سے وضو جائز ہے' بلکہ اس کی علت بھی ارشاد فرمائی کہ سمندر کے پانی سے وضو اس لیے جائز ہے کہ اس کا پانی پاک کرنے والا ہوتا ہے۔

ب۔ جس پانی میں بلی منہ ڈال دے اس کا حکم آپؐ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا :

أنها ليست بنجس' أنما هي من الطوافين عليكم (۲۳)

یہ ناپاک نہیں' یہ (بلی) تمہارے درمیان کثرت سے آمد و رفت رکھتی ہے۔

ان الفاظ میں بلی کے حکم میں جو تخفیف کی گئی ہے اس کی علت بھی بتادی گئی کہ چونکہ اس کا گھروں میں آنا' جانا زیادہ ہے' اس لیے شریعت نے اس کے حکم میں تخفیف کر دی ہے' تاکہ لوگوں کو تنگی پیش نہ آئے۔ اس علت کی بناء پر بلی کے علاوہ جن دوسرے حرام جانوروں کا گھروں میں آنا' جانا بکثرت ہوتا ہے ان کا حکم بھی معلوم کیا جا سکتا ہے۔

ج۔ قیاس ______ اقوال صحابہ کی روشنی میں

یہ بات محتاج ثبوت نہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم مسائل میں قیاس فرماتے تھے اور ان کا قیاس کرنا انتہائی مشہور ہے۔ بہت سے صحابہ کرامؓ نے بے شمار مسائل میں قیاس کیا' لیکن کسی صحابیؓ سے یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے قیاس کرنے پر اعتراض کیا ہو

۲۱۔ سنن ابی داؤد ۲ ۱۹۱

۲۲۔ جامع الترمذی ۲ ۲۱

۲۳۔ سنن ابی داؤد ۱ / ۸۵

یا اس کی تردید کی ہو (۲۴)۔اس سے ثابت ہوا کہ قیاس کے شرعی دلیل ہونے پر حضرات صحابہ کرام کا اجماع ہے (۲۵)۔

مشہور فقیہ امام مُزنیؒ جو کہ امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں فرماتے ہیں :

''حضور ﷺ کے زمانے سے لے کر اب تک تمام فقہاء دینی احکام میں قیاس سے کام لیتے رہے ہیں اور یہ کام تسلسل کے ساتھ جاری ہے' لہذا کسی کے لیے قیاس کا انکار کرنے کی گنجائش نہیں'' (۲۶)۔

اور علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں :

''صحابہ نے واقعات کو ان کے نظائر پر قیاس کر کے علماء کے لیے اجتہاد کا دروازہ کھولا' اس کا طریقہ متعین کیا اور علماء کے لیے اس کے راستے واضح کیے'' (۲۷)۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کے قیاس کرنے کی چند مثالیں بطور نمونہ یہاں پیش کر دی جائیں :

۱۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سورۂ نساء کی آیت میں جو کلالہ کا ذکر ہے اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا : میں اپنے قیاس سے اس کے بارے میں بتاتا ہوں کہ کلالہ سے اولاد' باپ اور دادے کے علاوہ رشتہ دار مراد ہیں (۲۸)۔

۲۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قاضی شریحؒ کو ہدایات دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ''تم اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلے کرو۔ اگر اللہ کی کتاب کا ہر پہلو تمہارے علم میں نہ ہو تو رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مطابق فیصلے کرو۔ اگر آپؐ کے تمام فیصلے تمہارے علم میں نہ ہوں تو ہدایت یافتہ ائمہ کے جو فیصلے تمہارے علم میں ہوں ان کے مطابق فیصلے کرو اور اگر ائمہ کے تمام فیصلے بھی تمہارے علم میں نہ ہوں تو مسئلہ کے نظائر ڈھونڈو اور قیاس کرو (۲۹)۔

۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں شراب پینے کی سزا کے بارے میں حضرات صحابہ کرام سے مشورہ کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قیاس کی روشنی میں یہ مشورہ دیا کہ شراب پینے کی سزا اسی درے مقرر کیے جائیں (۳۰)۔

ان چند مثالوں کے علاوہ بے شمار مسائل ایسے ہیں جن میں حضرات صحابہ کرام نے قیاس کر کے مسئلہ بتایا۔ مثلاً صحابہ کرامؓ

۲۴۔ بعض صحابہ سے رائے کی مذمت منقول ہے۔ جس کی وضاحت آگے ''قیاس کی حجیت میں شبہات کا ازالہ'' کے تحت آ رہی ہے۔

۲۵۔ منہاج الوصول مع نہایۃ السئول ۴/ ۱۷

۲۶۔ اعلام الموقعین ۱/ ۲۰۵

۲۷۔ اعلام الموقعین ۱/ ۲۱۷

۲۸۔ اعلام الموقعین ۱/ ۲۰۴

۲۹۔ اعلام الموقعین ۱/ ۲۰۴

۳۰۔ اعلام الموقعین ۱/ ۲۱۱

نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت کو نماز کی امامت پر قیاس کیا اور کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ہمارے دین یعنی ہماری نماز کی امامت کے لیے پسند فرمایا تو کیا ہم حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اپنی دنیا کے لیے پسند نہ کریں۔ اسی طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مانعین زکوٰۃ کے خلاف قتال کرتے وقت زکوٰۃ کو صلوٰۃ پر قیاس کیا۔ اگر ایسے مسائل کو جمع کیا جائے تو ایک بڑی کتاب تیار ہو جائے گی۔

د۔ قیاس ــــــ عقلی دلائل کی روشنی میں

۱۔ قیاس انسان کی ایک فطرت ہے۔ کوئی فطرت سلیمہ رکھنے والا عقل مند شخص قیاس کا انکار نہیں کر سکتا ہے۔ روزہ مرہ کے بے شمار واقعات میں ہر انسان ایک واقعہ کو دیکھ کر اس سے ملتے جلتے واقعات کا حکم سیکھتا ہے، حتیٰ کہ بچے تک قیاس سے واقف ہیں۔ مثلاً کلاس میں استاد صاحب ایک بچے کو کسی غلطی پر ڈانٹتے ہیں تو اس کو دیکھ کر دوسرے بچے بھی سنبھل جاتے ہیں کہ یہی غلطی ہم سے ہوئی تو ہمیں بھی ڈانٹ پڑے گی۔ یہ قیاس نہیں تو اور کیا ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ قیاس ایک فطری چیز ہے۔

۲۔ یہ طے شدہ مسلمہ بات ہے کہ دین ایک کامل ضابطہ حیات ہے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ تمام مسائل کا حکم صراحتاً قرآن و حدیث میں موجود نہیں۔ اب یہ بات کہ دین کامل ضابطہ حیات ہے، اسی وقت درست ہو سکتی ہے جبکہ قیاس سے مسائل کا حکم معلوم کرنے کو تسلیم کر لیا جائے۔ ورنہ جن مسائل کا حکم قرآن و سنت میں صراحتاً مذکور نہیں اور قیاس کے ذریعے ان کا حکم معلوم کرنا بھی درست نہ ہو تو ظاہر ہے کہ ان مسائل کے سلسلے میں دین کی کوئی راہنمائی نہ رہے گی، تو پھر اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات کیونکر رہ سکے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کا کامل ضابطہ حیات ہونا اور قیاس یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ اگر قیاس کا انکار کر دیا جائے تو اسلام کا کامل ضابطہ حیات ہونا تسلیم نہیں کر لیا جا سکتا ہے۔

۳۔ زندگی میں پیش آنے والے بے شمار مسائل ایسے ہیں جن کا حکم فقہائے امت نے قیاس کے ذریعے معلوم کیا ہے اور ہم اس پر عمل کرتے ہیں۔ اگر قیاس کو بطور دلیل شرعی تسلیم نہ کیا جائے تو ان مسائل میں عمل کرنے کی کوئی صورت نہیں، کیونکہ ان مسائل کا حکم قرآن و سنت میں مذکور نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ قیاس کا انکار کرنے سے دین میں تعطل پیدا ہوتا ہے۔

۴۔ دینِ اسلام کے انفرادی اور اجتماعی احکام پر عمل کرنے کے لیے جو مدون قانون ہمارے سامنے موجود ہے وہ ''فقہ اسلامی'' ہے۔ ''فقہ اسلامی'' کی ترتیب و تدوین فقہائے اسلام کی اس عظیم جماعت نے کی جن کے علم و ذہانت، فراست و تدبر، اخلاص و للّٰہیت اور احتیاط و تقویٰ کی مثال تلاش نہیں کی جا سکتی ہے۔ پھر اس کے بعد صدیوں سے مسلمان اس پر عمل کرتے

چلے آئے ہیں ان میں امت کے بڑے بڑے محدثین، مفسرین، اولیاء، اہل دل صوفیاء اور عامۃ المسلمین سب شامل رہے، اس لیے کہ فقہ کے علاوہ دین پر چلنے کا اور کوئی قابلِ عمل راستہ موجود ہی نہیں ___ اور فقہ اسلامی جن مسائل پر مشتمل ہے ان میں جہاں کتاب و سنت اور اجماع سے سمجھ میں آنے والے مسائل ہیں وہاں بیشتر مسائل وہ ہیں جو قیاس سے معلوم کیے گئے ہیں۔ اس سے یہ بات سامنے آئی کہ گویا پوری امت قیاس پر عمل کرتی رہی ہے۔ اب عقل کی روشنی میں غور کیا جائے تو انسان یہ سمجھنے پر مجبور ہے کہ امت مسلمہ کے افراد کی اتنی بڑی تعداد ایک غلط بات پر جمع نہیں ہو سکتی ہے۔ لہٰذا امت مسلمہ کے کثیر افراد کا ہر دور میں فقہ پر عمل کرنا بھی قیاس کے حجت ہونے کی ایک عقلی دلیل ہے۔

۲۔ قیاس کی حجیت میں شبہات اور ان کا ازالہ

نظام معتزلی (م ۲۳۱ھ)، امام داؤد ظاہری (م ۲۷۰ھ) اور بعض شیعہ فرقے قیاس کو شرعی دلیل کے طور پر تسلیم نہیں کرتے۔ منکرین قیاس کے چند اہم دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ قرآن مجید میں ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ(۳۱)

اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے (کسی کام میں) سبقت مت کیا کرو۔

کسی مسئلہ کے حکم میں قیاس سے کام لینا اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر سبقت کرنے کے مترادف ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ(۳۲)

اور آپ ﷺ ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتے رہیے اسی (قانون) کے مطابق جو اللہ نے نازل کیا ہے۔

منکرین قیاس کا کہنا ہے کہ قیاس ایسے قانون کے مطابق ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں کیا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تمام امور سے متعلق ضروری احکام دے دیئے ہیں۔ اس لئے قیاس کے ساتھ نئے حکم تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں قیاس دو حال سے خالی نہیں ہوگا۔ یا تو قیاس اسی چیز پر دلالت کرے گا جس پر قرآن دلالت کر رہا ہے تو یہ تحصیل الحاصل ہے جو باطل ہے۔ یا پھر قیاس قرآن کے خلاف دلالت کرے گا تو یہ قابل رد ہے۔ قرآن مجید کی کئی آیات اس بات کا ثبوت ہیں کہ قرآن مجید میں ضروری احکام دے دیئے گئے ہیں۔ مثلاً:

۳۱۔ الحجرات: ۱

۳۲۔ المائدہ: ۴۹

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ(۳۳)

اور ہم نے آپ پر کتاب اتاری ہے جو ہر بات کو کھول کر بیان کرنے والی ہے۔

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ(۳۴)

ہم نے کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں کسی چیز (کے لکھنے) میں کوتاہی نہیں کی۔

وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ(۳۵)

اور کوئی ہری خشک چیز نہیں ہے مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے۔

منکرین قیاس نے اپنے موقف کی تائید میں بعض احادیث اور صحابہ کرامؓ کے اقوال بھی پیش کیے ہیں۔

ان حضرات کا کہنا ہے کہ احادیث میں رائے اور قیاس کی مذمت آئی ہے' اسی طرح بعض حضرات صحابہ کرام نے بھی رائے اور قیاس کی مذمت بیان کی ہے۔ اگر قیاس قابلِ قبول دلیلِ شرعی ہے تو اس مذمت کا کیا مفہوم قرار دیا جائے گا۔ مثلاً حدیث میں ہے :

''بنی اسرائیل کی کی حالت درست رہی' حتی کہ ان میں نئے لوگ پیدا ہو گئے اور باندیوں کی اولاد آ گئی۔ یہ لوگ اپنی رائے سے باتیں کہنے لگے' پھر خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا''(۳۶)۔

ب : ایک اور حدیث میں ہے : ''حق تعالیٰ علم اس طرح نہیں اٹھائیں گے کہ تمہیں علم دینے کے بعد سلب فرمالیں' بلکہ علم اس طرح اٹھے گا کہ حق تعالیٰ علماء کو علم سمیت اٹھالیں گے پھر جاہل لوگ باقی رہ جائیں گے' ان سے مسائل پوچھے جائیں گے اور وہ اپنی رائے سے جواب بتائیں گے۔ لہٰذا خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے ''(۳۷)۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا جاتا ہے :

أی سمآء تظلنی وأی أرض تقلنی' إذا قلت فی کتاب اللہ برأیی(۳۸)

اگر میں اللہ کی کتاب کے بارے میں اپنی رائے سے کچھ کہوں تو مجھے کون سی زمین برداشت کرے گی۔ اور کون سا آسمان سایہ دے گا؟

۳۳۔ النحل : ۸۹

۳۴۔ الانعام : ۳۸

۳۵۔ الانعام : ۵۹

۳۶۔ سنن ابن ماجہ ۱/۷

۳۷۔ صحیح البخاری ۲/۱۰۸۶

۳۸۔ اصول السرخسی ۲/۱۳۴

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کیا جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا:

إياكم وأصحاب الرأی(۳۹)

اہل رائے سے بچو

منکرین قیاس کے اعتراضات درست نہیں ہیں۔ کسی حکم میں قیاس کرنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر سبقت کرنے کے مترادف نہیں ہے۔ سبقت کرنے کا الزام اس وقت درست ہوگا جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے کسی مسئلہ پر نص موجود ہونے کے باوجود اس مسئلہ میں قیاس کیا جائے۔

یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے کہ قیاس ایسے قانون کے مطابق حکم ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں کیا۔ کیونکہ منصوص احکام کی بنیاد پر اجتہاد کر کے نئے مسائل میں استنباطِ احکام کرنا ایک ایسا عمل ہے جس کی خود شارع نے اجازت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ ہدایت کی ہے کہ کسی شے میں اختلاف کی صورت پیدا ہو جائے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرو۔

قرآن مجید کی آیت "وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ" سے نفیِ قیاس کا استدال درست نہیں ہے۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ پر ایسی کتاب اتاری ہے جس میں تشریعِ احکام سے متعلق مجموعی طور پر تمام مبادیات و اساسیات موجود ہیں اور یہ قرآن طرقِ استنباط کی طرف رہنمائی بھی کرتا ہے۔ یوں تمام احکام کا استنباط بلاواسطہ یا بالواسطہ قرآن مجید ہی سے کیا جاسکتا ہے۔

قرآن مجید کے لفظ "تبیاناً" سے یہ مراد لینا غلط فہمی ہے کہ اس میں ہر چیز کے متعلق تمام احکام تفصیل کے ساتھ بیان کر دیئے گئے ہیں۔ قرآن مجید کا اسلوبِ تبیان دو طرح کا ہے:

ایک وہ احکام ہیں جو اپنی تمام تفصیلات، جزئیات اور فروعات سمیت بیان کر دیئے گئے ہیں جیسے میراث کے احکام، طلاق کے احکام اور عدت سے متعلق احکام وغیرہ۔

قرآن مجید کے اسلوبِ تبیان کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ وہ احکام کی تفصیلات بیان نہیں کرتا بلکہ بعض جزئیات کی تصریح کر دی گئی ہے اور بعض میں سکوت رکھا گیا ہے اور ان کے بارے میں اصولی اور کلی قواعد کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔ مثال کے طور پر مسلمانوں کے نظامِ ریاست وسیاست کے متعلق اصولی واجمالی رہنمائی تو قرآن مجید میں موجود ہے لیکن وہ اس کے بارے میں تفصیلی احکام نہیں دیتا۔

لہذا وہ تمام احکام جن کا قرآن مجید یا سنت رسول ﷺ میں اجمالی طور پر ذکر ہے، قرآن وسنت کی رہنمائی میں ان کی تفصیلات طے کرنا اور اس سلسلے میں قیاس سے کام لینا درست ہے۔ خود قرآن کریم نے قیاس کی طرف ہماری رہنمائی کر دی ہے اور خود

۳۹۔ اصول السرخسی ۲/ ۱۳۴

رسول اکرم ﷺ نے اپنے عمل مبارک سے اس کی اجازت فرمائی ہے۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ قرآن کریم 'احادیث مبارکہ 'اجماع اور عقلی دلائل سے پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ قیاس دلیل شرعی ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جس چیز کا دلیل شرعی ہونا بہت سے دلائل سے ثابت ہو اسی کی مذمت بیان کی جائے ؟ پھر جن حضرات صحابہ سے رائے کی مذمت نقل کی جاتی ہے خود انہی صحابہ کرام سے قیاس کرنا اور قیاس کی تحسین اور تائید کرنا ثابت ہے۔ چنانچہ ''قیاس ___ اقوال صحابہ کی روشنی میں'' کے عنون کے تحت نمبر ۱ '۲ میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے قیاس کا ثبوت نقل کیا گیا ہے اور انہی سے قیاس کی مذمت نقل کی جا رہی ہے۔

اس صورت حال کی روشنی میں یہ بات یقینی ہے کہ ان احادیث اور اقوال صحابہ میں اس قیاس شرعی کی مذمت نہیں ہے جس کا حجت ہونا دلائل سے ثابت ہو چکا ہے بلکہ ان احادیث اور اقوالِ صحابہ میں اس قیاس کو مذموم قرار دیا جا رہا ہے جس میں قیاس کی شرائط اور اس کے مطلوبہ تقاضوں کی رعایت نہ کی گئی ہو 'مثلاً :

قیاس کرنے والا نااہل ہو' قیاس کی مطلوبہ استعداد اور صلاحیت اپنے اندر نہ رکھتا ہو۔ چنانچہ صحیح بخاری کی مذکورہ حدیث میں یہ لفظ ہیں : ''**فیبقی ناس جھال یستفتون فیفتون برأیھم**'' (جاہل لوگ باقی رہ جائیں گے 'ان سے مسائل پوچھے جائیں گے اور وہ اپنی رائے سے مسائل بتائیں گے) یہ الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ یہ قیاس کی اہلیت رکھنے والے فقہاء کے قیاس کی مذمت نہیں ہے 'بلکہ نااہل لوگوں کے قیاس کی مذمت ہے۔ جیسے بعض لوگ قرآن و سنت اور دیگر علوم اسلامیہ میں پوری مہارت حاصل کیے بغیر شرعی مسائل میں رائے زنی شروع کر دیتے ہیں۔

یہ اس قیاس کی مذمت ہے جو محض اپنی رائے کی بناء پر ہو۔ قرآن و سنت میں اس کی کوئی بنیاد نہ ہو۔ اور وہ قیاس جو دلیل شرعی ہے وہ بے بنیاد یا محض اپنی رائے کی بناء پر نہیں ہوتا ہے 'بلکہ قرآن و سنت سے سمجھ میں آنے والی علت اور اصول اس قیاس کی بنیاد بنتے ہیں ___ چنانچہ اوپر جو احادیث اور اقوال ذکر کیے گئے ہیں ان میں ''رائے'' کا لفظ ہے 'جو بتا رہا ہے کہ یہ اس قیاس کی مذمت ہے جو اپنی رائے کی بنیاد پر ہو' قرآن و سنت کی علت اور اصول کی بنیاد پر نہ ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ اس طرح کے قیاس کو تو وہ حضرات بھی ناپسند کرتے ہیں' جو قیاس کو دلیل شرعی قرار دیتے ہیں۔ مثلاً امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں : ''**البول فی المسجد أحسن من بعض قیاساتھم**'' (۴۰) (لوگوں کے بعض قیاسات مسجد میں پیشاب کرنے سے بھی بدتر ہیں)۔ بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ کسی مسئلہ میں قیاس پر عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ مسئلہ قرآن و سنت میں نہیں ہے۔ اور کسی مسئلہ کا قرآن و سنت میں نہ ہونا نقص ہے 'لہذا قیاس پر عمل کرنا قرآن و سنت میں نقص اور کمی کا اعتراف ہے۔ لیکن ذرا غور کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن و سنت میں کسی مسئلہ کا حل بالکل نہ ہونا اور بات ہے اور کسی مسئلہ کا صراحتاً مذکور نہ ہونا دوسری بات۔ جب ہم کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ قرآن و سنت میں نہیں' لہذا قیاس

۴۰۔ تہذیب التہذیب ۱۱ / ۳۳

پر عمل کیا جائے گا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کا قرآن و سنت میں کوئی حل ہی نہیں ہے' بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ جزوی طور پر صراحتاً قرآن و سنت میں مذکور نہیں' البتہ اصولی طور پر اس کا حل موجود ہے اور وہ اصولی حل تلاش کرنا ہی قیاس ہے۔ اور قانون میں ایک ایک مسئلہ کا جزوی طور پر مذکور نہ ہونا کوئی نقص اور کمی کی بات نہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی قانون کے جامع ہونے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس میں پیش آنے والی تمام جزئیات کا صریح حل موجود ہے۔ قانون کے جامع ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس میں ہر پیش آنے والے مسئلے کا حل موجود تو ہے' لیکن کسی کا صراحتاً اور کسی کا اصولی طور پر' جس کو ماہرین قانون تشریح کے ذریعے معلوم کر سکتے ہیں۔ قرآن و سنت کی جامعیت بھی اسی نوعیت کی ہے۔ کچھ مسائل صراحتاً مذکور ہیں جن کو ہر شخص بسہولت جان لیتا ہے اور کچھ مسائل اصول اور علتوں کی شکل میں موجود ہیں جن کو ماہرین شریعت (فقہاء) قیاس کے ذریعے معلوم کرتے ہیں۔

کبھی یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جب قرآن و حدیث کا علمی ذخیرہ ہماری عملی راہنمائی کے لیے موجود ہے تو پھر قیاس کی ضرورت کیا ہے؟ قیاس پر عمل کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم نے قرآن و حدیث کو چھوڑ دیا ہے۔ لیکن اوپر ہم نے قیاس کی جو وضاحت کی ہے اس سے یہ بات صاف طور پر سامنے آجاتی ہے کہ ''قیاس'' قرآن و سنت کو چھوڑنے کا نام نہیں' بلکہ قرآن و سنت پر عمل کرنے کی ہی ایک صورت ہے۔ جو احکام قرآن و سنت میں صراحتاً مذکور ہیں ان پر تو براہ راست عمل کیا جاتا ہے اور جو احکام صراحتاً مذکور نہیں' علتوں اور اصول کی تہہ میں پوشیدہ ہیں ان میں قیاس کے ذریعے احکام معلوم کر کے عمل کیا جاتا ہے۔ لہٰذا قیاس قرآن و سنت سے متضاد چیز نہیں' بلکہ قرآن و سنت پر عمل کرنے کا ایک راستہ' اور قرآن و سنت سے احکام شریعت معلوم کرنے کا ایک وسیلہ ہے۔

قیاس کی شرائط

پچھلے صفحات میں قیاس کی تشریح اور اس کا دلیل شرعی ہونا آپ کے سامنے آچکا ہے۔ قیاس کے دلیل شرعی ہونے کے لیے' اور قیاس کے ذریعے مسائل کا حل نکالنے کے لیے کچھ شرائط بھی بیان کی جاتی ہیں' قیاس میں ان شرائط کا لحاظ کیا جائے تو تبھی وہ صحیح نتائج کا ذریعہ بنتا ہے' ورنہ وہ ''قیاس فاسد'' ہے جو دلیل شرعی کے طور پر معتبر نہیں۔ اس عنوان میں ہم قیاس کی شرائط کا مطالعہ کریں گے۔

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ قیاس کے ارکان چار ہیں :-

(۱) اصل (۲) حکم اصل (۳) علت (۴) فرع

ان کی تعریف شروع میں گزر چکی ہے۔

قیاس کے ارکان میں سے ہر رکن کی شرائط الگ ہیں' اس لیے یہاں شرائط کو تین حصوں پر تقسیم کر کے بیان کیا جائے گا۔

(۱) ''اصل'' اور ''حکم اصل'' کی شرائط۔

(۲) فرع کی شرائط۔

(۳) علت کی شرائط

قیاس کی ایک عمومی شرط بھی ہے، جس کا ان تینوں میں سے کسی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ یہاں عمومی شرط اور پھر خصوصی شرائط بیان کی جائیں گی۔

قیاس کی عمومی شرط

قیاس ایک لحاظ سے انتہائی نازک اور دوسرے لحاظ سے انتہائی دشوار کام ہے ____ انتہائی نازک اس لحاظ سے ہے کہ قیاس کر کے شرعی مسئلہ معلوم کرنے کا مطلب ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مراد و منشاء معلوم کرنا۔ ان کی جلالت اور عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی مراد معلوم کرنے کے لیے مقدور بھر احتیاط سے کام لیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اس امت کے بڑے علماء اور فقہاء کسی شرعی مسئلہ میں زبان کھولنے میں از حد احتیاط کرتے رہے ہیں ____ اور قیاس دشوار اس لحاظ سے ہے کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ایسی مراد معلوم کی جارہی ہے جو ان کے الفاظ میں صراحتاً مذکور نہیں، بلکہ معانی کی تہہ میں چھپی ہوئی ہے۔ ظاہر ہے کہ معانی اور اصول کی تہہ میں چھپے ہوئے مسائل کو معلوم کرنا ایسا آسان نہیں، جیسے ظاہری الفاظ سے مسئلہ نکال لینا آسان ہے۔

جب یہ بات سامنے آگئی کہ قیاس ایک انتہائی نازک اور دشوار عمل ہے تو اس سے یہ بات سمجھ لینا مشکل نہیں کہ قیاس کے ذریعے کسی مسئلے کا شرعی حل معلوم کرنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں، اس کے لیے مناسب اہلیت کا ہونا ضروری ہے۔ قیاس کا اہل اسی شخص کو قرار دیا جا سکتا ہے جس کو قرآن کے معانی اور مفسرین کے اقوال پر وسیع نظر حاصل ہو، ذخیرہ احادیث اور ان کی تشریحات اس کے سامنے ہوں، صحابہ اور فقہائے تابعین کے آثار پر وہ حاوی ہو، امت کے اجماعی مسائل اس کی نظر سے اوجھل نہ ہوں، قرآن و سنت کی زبان "عربی" کو جاننا گرائمر تک محدود نہ ہو، بلکہ اسلوبِ زبان میں پوری مہارت رکھتا ہو، قیاس کی شرائط اور اس کے مطلوبہ تقاضوں سے بخوبی باخبر ہو، اتباعِ شریعت اور تقویٰ کی بناء پر اس کا فہم مزاجِ شریعت میں ڈھلا ہوا ہو، اخلاص، للّٰہیت اور خوف و خشیت جیسے اوصاف سے موصوف ہو، تاکہ کوئی طمع و لالچ، یا نفسانیت اس کو راہِ مستقیم سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

اگر ان اوصاف کے بغیر شرعی مسائل میں قیاس کی عام اجازت دے دی جائے تو شرعی مسائل کا جو حشر ہو گا وہ کسی سے مخفی نہیں۔

''اصل''اور ''حکمِ اصل''کی شرائط

یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ''اصل''اس چیز کو کہتے ہیں جس کا حکم صراحتاً ذکر کر دیا گیا ہو۔اور جو حکم ذکر کیا گیا ہے اس کو ''حکم اصل''کہتے ہیں۔اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ ''حکمِ اصل''کی علت تلاش کر کے اس علت کے فرع میں پائے جانے کی بناء پر وہی حکم فرع میں جاری کرنے کو''قیاس''کہا جاتا ہے۔''حکم اصل''علت مشترک ہونے کی بناء پر فرع میں جاری کرنے کے لیے کچھ شرائط ہیں ،جو درج ذیل ہیں:

پہلی شرط : یہ اطمینان کر لینا ضروری ہے کہ حکمِ اصل ،جس کو قیاس کے ذریعے فرع میں جاری کر رہے ہیں وہ اپنی جگہ پر ثابت اور باقی ہو۔ایسا نہ ہو کہ منسوخ ہو چکا ہو ،لہٰذا قرآن و سنت کے وہ احکام جو منسوخ ہو چکے ہیں ان پر قیاس کر کے کوئی اور حکم ثابت کرنا درست نہیں ہے۔

دوسری شرط : حکم اصل (کتاب اللہ ،سنت یا اجماع سے ثابت ہو ،قیاس سے ثابت نہ ہو)جو حکم خود قیاس سے ثابت ہو اس پر آگے قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

تیسری شرط : اس شرط کو سمجھنے سے پہلے یہ بات ذہن نشین ہونا ضروری ہے کہ شریعت نے ہر باب میں کچھ اصول و قواعد وضع کیے ہیں ،اس باب کے تمام مسائل میں ان اصول و قواعد کو ملحوظ رکھا جاتا ہے ،لیکن لوگوں کی ضرورت یا دیگر بعض حالات کے پیش نظر شریعت بعض مسائل کو ان اصول و قواعد سے مستثنیٰ قرار دیتی ہے اور ان میں اصول اور قاعدے کے خلاف حکم جاری کر دیا جاتا ہے۔اس قسم کے مسائل جو شریعت کے عام اصول و قواعد سے ہٹ کر ہوں ،کو اہل علم کے ہاں ''خلافِ قیاس''مسائل کہا جاتا ہے۔''خلاف قیاس''ہونا اصول سے مستثنیٰ ہونے کی ایک تعبیر ہے۔

اس کی مثال ''شفعہ''ہے۔شریعت کا اصل قاعدہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنی مملوکہ چیز میں جو بھی تصرف کرے ،کسی دوسرے شخص کو اس میں مداخلت یا اعتراض کا حق حاصل نہیں۔اس اصول کا تقاضا یہ تھا کہ کوئی شخص اپنی مملوکہ زمین فروخت کرے تو اس کے شریک یا ہمسایہ کو اس میں مداخلت کا کوئی حق نہ ہوتا ،لیکن چونکہ زمین کا مالک بدلنے سے شریک یا ہمسایہ کو تکلیف اور نقصان کا اندیشہ بھی ہے ،اس لیے شریعت نے مذکورہ قاعدے سے استثناء کرتے ہوئے ''شفعہ''کی گنجائش پیدا کی۔شفعہ کے ذریعے سے شریک یا ہمسایہ مالک کے اپنی مملوکہ زمین میں تصرف میں رکاوٹ بن رہا ہوتا ہے ،لہٰذا کہا جائے گا کہ شفعہ کا جائز ہونا چونکہ قاعدۂ شریعت سے مستثنیٰ ہو کر ہے ،اس لیے ''شفعہ''خلافِ قیاس ہے۔

لہٰذا ''حکم اصل''کی تیسری شرط یہ ہے کہ ''حکم اصل''خلاف قیاس نہ ہو۔جو حکم خود قواعد سے مستثنیٰ ہو اور خلافِ قیاس ہو

اس کو قیاس کر کے کسی غیر منصوص فرع میں جاری نہیں کیا جا سکتا ہے۔

اس کی مثال یہی "حکم شفعہ" ہے۔ حدیث میں ہے کہ "شفعہ صرف زمین یا باغ میں ہے" (۴۱) اب یہاں یہ گنجائش نہیں ہے کہ اشیائے منقولہ کو زمین پر قیاس کر کے ان میں بھی شفعہ کو جائز قرار دیا جائے' اس لیے کہ زمین میں شفعہ کا جائز ہونا جو حدیث سے ثابت ہے وہ خود خلافِ قیاس ہے اور خلاف قیاس مسئلے کو قیاس کر کے پھیلانا درست نہیں ہوتا ہے۔

چوتھی شرط : "حکم اصل" اصل کے لیے مخصوص نہ ہو۔ بہت سے احکام ایسے ہیں جن کے بارے میں دلائل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ احکام جن کے بارے میں جاری کیے گئے ہیں' ان کے لیے خاص ہیں۔ دیگر افراد کے لیے یہ حکم نہیں ہے۔ ایسے خصوصی احکام میں قیاس کر کے ان احکام کو دوسروں کے بارے میں جاری کرنا درست نہیں۔

مثلاً وہ احکام جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص ہیں جیسے آپ ﷺ کے لئے چار سے زائد ازواج مطہرات کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھنا اور آپ ﷺ کی رحلت کے بعد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات سے نکاح کا حرام ہونا۔ اسی طرح حضرت نبی اکرم ﷺ کا حضرت خزیمہ بن ثابتؓ کی گواہی کو دو گواہیوں کے برابر قرار دینا۔ اور جیسے نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو بردہؓ کو ایک سال سے کم عمر بکری کی قربانی کرنے کی اجازت دی تھی۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ "**ولا تجزئ جذعة عن أحد بعدك**" (تیرے بعد کسی اور کے لیے ایک سال سے کم عمر بکری کی قربانی کافی نہیں ہوگی) (۴۲) اس سے ثابت ہوا کہ یہ حکم حضرت ابو بردہؓ کی خصوصیت تھی' لہٰذا کسی اور کو ان پر قیاس کر کے یہ گنجائش نہیں دی جائے گی۔

پانچویں شرط : اصل' فرع سے مقدم ہو اور فرع مؤخر ہو۔ یعنی اصل کا حکم پہلے نازل ہوا اور فرع کا نازل ہونا بعد میں ہو۔ اگر معاملہ اس کے برعکس ہو کہ فرع پہلے سے جاری ہو اور اصل بعد میں مشروع ہوا ہو تو اس مقدم فرع کو مؤخر اصل پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ وضو ہجرت سے پہلے مشروع ہوا اور تیمّم ہجرت کے بعد مشروع ہوا (۴۳)' لہٰذا وضو مقدم ہے اور تیمّم مؤخر ہے۔ اب اگر یوں قیاس کیا جائے کہ تیمّم میں نیت کرنا ضروری ہے' بغیر نیت کے تیمّم نہیں ہوتا ہے' ایسے ہی وضو کو تیمّم پر قیاس کرتے ہوئے وضو میں بھی نیت ضروری ہے۔ یہ قیاس درست نہیں' اس لیے کہ یہاں وضو کو تیمّم پر قیاس کیا گیا ہے' حالانکہ تیمّم کا حکم وضو کے بعد نازل ہوا ہے' اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہاں مقدم یعنی وضو کو مؤخر یعنی تیمّم پر قیاس کیا جا رہا ہے' جو درست نہیں۔

۴۱۔ التلخیص الحبیر ۳ ۵۵

۴۲۔ صحیح مسلم ۲ ۱۵۴

۴۳۔ نہایۃ السئول ۴ ۳۱۸

چھٹی شرط : ''حکم اصل'' شرعی حکم ہو لغوی حکم نہ ہو۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ شرعی حکم تو قیاس سے ثابت ہو سکتا ہے' لیکن یہ بات کہ فلاں لفظ یا نام عربی زبان میں فلاں چیز کے لیے مستعمل ہے یا نہیں ؟ یا یہ چیز فلاں لفظ یا نام میں شامل ہے یا نہیں' یہ ایک لغوی بحث ہے' یہ قیاس سے ثابت نہیں ہو سکتی' بلکہ اس کے ثابت ہونے کا ایک ہی راستہ ہے کہ اہل زبان کے استعمال کو دیکھا جائے کہ وہ کس لفظ یا نام کو کس چیز کے لیے استعمال کرتے ہیں یا کس چیز کو کس نام میں شامل قرار دیتے ہیں۔

لغوی معنی کو قیاس سے ثابت کرنے کی سادہ مثال یہ ہے کہ کوئی شخص یوں کہے کہ خربوزہ کو خربوزہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ گول ہے اور گیند بھی گول ہے' لہٰذا اس کو بھی خربوزہ کہا جائے۔ یہ قیاس غلط ہے اور اس میں غلطی یہ ہے کہ علت کو قیاس سے ثابت کیا گیا ہے۔

شرعی احکام میں اس کی مثال یہ ہے کہ قرآن کریم نے شراب کو حرام قرار دیا ہے اور اس کے لیے ''خمر'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اب یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ ''خمر'' (شراب) کے حرام ہونے کی علت یہ ہے کہ وہ نشہ آور ہے' لہٰذا اس پر قیاس کرتے ہوئے ہر نشہ آور چیز حرام ہو گی۔ اس لیے کہ یہ قیاس ایک حکم شرعی ثابت کرنے کے لیے ہے۔ لیکن یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ خمر نشہ آور ہے۔ لہٰذا ہر نشہ آور چیز ''خمر'' کہلائے گی اور ''خمر'' کا لفظ ہر نشہ آور چیز کے لیے بولا جائے گا' اس لیے کہ لغوی طور پر کونسی چیز ''خمر'' ہے یہ بات قیاس سے نہیں' لغت سے ثابت ہو گی۔

فرع کی شرائط

قیاس کے بعد حکمِ اصل جس چیز میں جاری کیا جاتا ہے اس کو ''فرع'' کہتے ہیں۔ اس کے لیے شرائط درج ذیل ہیں۔

پہلی شرط : فرع کا حکم منصوص نہ ہو' یعنی صراحتاً بیان نہ کیا گیا ہو اس لیے کہ جس کا حکم وضاحت کے ساتھ بتا دیا گیا ہے اس میں قیاس کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ کوفہ کے قاضی حسن بن زیادؒ سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ کیا نماز میں قہقہہ (بآواز بلند ہنسنے) سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ؟ حسن بن زیادؒ نے جواب دیا کہ وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اس پر سائل نے اعتراض کیا کہ نماز میں کسی پر تہمت لگانے سے تو وضو نہیں ٹوٹتا ؟ حالانکہ یہ قہقہہ سے بڑا گناہ ہے۔ دیکھیے ! اس شخص کا یہ قیاس کتنا بے موقعہ اور غلط ہے' اس لیے کہ نماز میں قہقہہ سے وضو ٹوٹ جانا حدیث میں صراحتاً آ گیا ہے (۴۴)۔ اور جس چیز کا حکم صراحتاً وارد ہوا ہو اس میں قیاس نہیں کیا جاتا۔

دوسری شرط : ''حکمِ اصل'' کی علت فرع میں موجود ہو' کیونکہ قیاس کا مطلب ہی یہ ہے کہ حکمِ اصل کی علت فرع میں موجود

۴۴۔ مجمع الزوائد ۲ / ۸۲

ہونے کی بناء پر فرع میں بھی حکم اصل کو جاری کیا جائے' لہذا اگر فرع میں علت ہی نہ پائی جائے تو قیاس کر کے اس میں حکم اصل جاری کرنے کا بھی کوئی جواز نہیں ہے۔

تیسری شرط : حکمِ اصل کی علت فرع میں پوری طرح پائی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ فرع میں علت موجود تو ہو' لیکن جس درجے میں علت اصل میں موجود ہے فرع میں اس درجے میں موجود نہ ہو۔ اگر ایسی صورت ہو تو قیاس درست نہیں۔

اس کی مثال یہ ہے کہ اس بات پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ کوئی شخص اپنی مملوکہ چیز کو ایسی چیز کے ساتھ ملا کر بیع کرے جو شرعاً مال ہی نہیں تو اپنی مملوکہ چیز میں بھی بیع درست نہیں ہوگی۔ مثلاً ذبح کیے ہوئے اور مرے ہوئے جانور کو ملا کر بیع کرے تو ذبح کیے ہوئے جانور میں بھی بیع درست نہیں۔ اب یہاں ایک اور صورت دیکھئے کہ کوئی شخص اپنی مملوکہ چیز دوسرے کی مملوکہ چیز کے ساتھ ملا کر بیع کرے' مثلاً اپنا اور کسی کا قلم ملا کر بیع کرے تو اس کا حکم کیا ہوگا؟ اس بارے میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں۔ ایک رائے یہ ہے کہ اپنی مملوکہ چیز میں بیع درست ہے' دوسرے کی چیز میں اس کی اجازت کے بغیر درست نہیں۔ دوسری رائے یہ ہے کہ دونوں میں بیع درست نہیں۔ اس دوسری رائے کو ثابت کرنے کے لیے اگر ذبیحہ اور مردار جانور کو ملا کر بیچنے کے حکم پر قیاس کیا جائے کہ جیسے وہاں ایک جائز کو ناجائز کے ساتھ جمع کیا گیا ہے' ایسے ہی یہاں بھی جائز کو ناجائز کے ساتھ جمع کیا گیا ہے' اس لیے دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔ تو یہ قیاس صحیح نہیں ہوگا کیونکہ دونوں مسئلوں میں ناجائز ہونے کے درجے کا فرق ہے۔ پہلے مسئلہ میں مرا ہوا جانور چونکہ مال ہی نہیں ہے' اس لیے وہ سرے سے بیع کے قابل ہی نہیں۔ جبکہ دوسرے مسئلہ میں چیز اپنی ذات کی حد تک تو بیع کے قابل ہے' صرف مالک کی اجازت کی ضرورت ہے۔ اس تفاوت کی بناء پر دوسرے مسئلہ کو پہلے مسئلہ پر قیاس نہیں کر سکتے۔

علّت کی شرائط

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ قیاس میں اصل کے حکم کو فرع میں "علت" مشترک ہونے کی بناء پر جاری کیا جاتا ہے' جس علت کی بناء پر قیاس کیا جارہا ہو اس میں درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

پہلی شرط : اصل (جس کا حکم صراحتاً بیان کیا گیا ہے) کے ایسے وصف کو علت بنایا جائے جو حکم سے مناسبت رکھتا ہو۔ ایسے وصف کو علت قرار دینا جو حکم سے مناسبت نہ رکھتا ہو درست نہیں۔

اس کی مثال یہ ہے کہ جس پانی میں بلی منہ ڈال دے اس میں شریعت نے تخفیف دی ہے' اس کی علت یہ ہے کہ گھروں میں اس کی آمدورفت زیادہ ہے' لیکن اگر کوئی شخص کہے کہ بلی کے حکم میں تخفیف کی علت یہ ہے کہ یہ ایک چھوٹا جانور ہے۔ اس کا یہ کہنا غلط ہوگا' کیونکہ جانور کا چھوٹا ہونا ایک ایسی صفت ہے جس کو تخفیف کے حکم کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں' جبکہ علت کسی ایسی صفت کو قرار دیا جا سکتا ہے جو حکم سے مناسبت رکھتی ہو۔

دوسری شرط : اصل کی علت اسی کے ساتھ مخصوص نہ ہو' دوسری اشیاء میں بھی پائی جاسکتی ہو۔ ایسی علت جو اصل کے ساتھ مخصوص ہو اس کی بناء پر قیاس درست نہیں ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک موقعہ پر حضور اکرم ﷺ نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی صرف ایک گواہی پر فیصلہ فرما دیا تھا۔ اب یہاں یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ اس کی علت یہ تھی کہ آپ کو ان کی گواہی پر اتنا وثوق حاصل ہو گیا تھا جتنا دو گواہوں کی گواہی سے حاصل ہوتا ہے' لہٰذا اگر کسی اور قاضی (جج) کو اسی طرح ایک گواہ پر اعتماد ہو جائے تو وہ بھی ایک گواہی پر فیصلہ کر سکتا ہے۔ یہ قیاس اس لیے غلط ہے کہ ایک گواہ کا دو کے برابر ہونا حضرت خزیمہؓ کی خصوصیت تھی۔

تیسری شرط : علت ایسی ہو جس کی وجہ سے حکم میں تبدیلی واقع نہ ہو' لہٰذا کسی حکم کی ایسی علت قرار دینا جس سے بیان کیے ہوئے حکم میں تبدیلی واقع ہو جائے اور اس حکم کو اپنی اصل شکل پر برقرار نہ رکھا جا سکتا ہو' درست نہیں۔

اس کی مثال یہ ہے کہ سورۂ نور کی آیت ۴ میں یہ حکم بتایا گیا ہے : "جو شخص کسی پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت لگائے اور پھر چار گواہوں سے زنا کو ثابت نہ کر سکے تو اس کو اسی درے لگائے جائیں اور کبھی اس کی گواہی قبول نہ کی جائے" ____ یہاں علمائے شافعیہ کا کہنا یہ ہے کہ اس کی گواہی قبول نہ کرنے کی علت یہ ہے کہ وہ فاسق (گناہ گار) ہے اور اس علت سے وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ توبہ کرنے کے بعد وہ فاسق نہیں رہتا ہے' لہٰذا تہمت لگانے والا اگر توبہ کر لے تو اس کی گواہی قبول کر لی جائے گی' لیکن علمائے حنفیہ اس نقطۂ نظر سے اس لیے متفق نہیں کہ یہ علت اس انداز سے نکالی گئی ہے کہ اس سے قرآن کریم کا بیان کیا ہوا حکم ہی باقی نہیں رہا' اس لیے کہ اس علت کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ تہمت لگانے والے کے توبہ کرنے کے بعد گواہی قبول کر لی جائے گی' جبکہ قرآن کریم میں ہے "**لا تقبلوا لهم شهادة أبدا**" (ان کی گواہی کبھی بھی قبول نہ کرو) اس علت سے قرآن کریم کا یہ حکم باقی نہیں رہتا' اس لیے یہ علت درست نہیں۔

چوتھی شرط : علت مطرد ہو' یعنی جہاں علت پائی جاتی ہو وہاں حکم بھی ضرور پایا جاتا ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں علت تو موجود ہو لیکن وہاں حکم نہ پایا جاتا ہو۔ ایسی علت جس کے پائے جانے پر حکم لازمی طور پر مرتب نہ ہوتا ہو بلکہ کہیں مرتب ہو جاتا ہو اور کہیں مرتب نہ ہوتا ہو' قابل لحاظ نہیں ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ بعض فقہاء کی رائے کے مطابق سونے' چاندی کے زنانہ زیورات میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے' اس کی دلیل میں حضرات یہ قیاس پیش کرتے ہیں کہ پہننے کے کپڑوں میں زکوٰۃ نہیں جس کی علت یہ ہے کہ وہ مستعمل اشیاء میں سے ہیں' یہی علت زیورات میں بھی پائی جاتی ہے کہ وہ بھی مستعمل اشیاء میں سے ہیں' لہٰذا ان میں بھی زکوٰۃ نہیں ہو گی ____ اس قیاس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ مستعمل ہونے کی علت پر زکوٰۃ نہ ہونے کا حکم ہر جگہ مرتب نہیں ہوتا' دیکھئے مرد کے زیورات بھی تو مستعمل اشیاء میں سے

ہیں، لیکن ان پر ان فقہاء کے ہاں بھی زکوٰۃ ضروری ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ اس علت پر ہر جگہ حکم مرتب نہیں ہو رہا' اس لیے یہ علت نا قابلِ اعتبار ہے اور اس کی بناء پر قیاس کرنا درست نہیں۔

۳۔ مباحثِ علّت

''قیاس'' میں سب سے اہم اور مرکزی چیز ''علت'' ہے۔ اسی کو بنیاد بنا کر حکم اصل کو فرع میں جاری کیا جاتا ہے' لہٰذا قیاس کا اصل مدار علت پر ہے' اس لیے مناسب ہے کہ ''علت'' کے مباحث پر مستقل عنوان کے تحت گفتگو کی جائے۔

علّت کا تعارف

ا۔ تعریف

وہ وصف جس کو شریعت نے مدارِ حکم قرار دیا ہو' کہ اس کا پایا جانا حکم کے پائے جانے کی علامت ہو اور نہ پایا جانا حکم کے نہ پائے جانے کی علامت ہو۔ جیسے اذانِ جمعہ کے بعد خرید و فروخت سے ممانعت کی علت یہ ہے کہ یہ جمعہ کی سعی (تیاری) میں رکاوٹ ہے' لہٰذا جو چیز بھی رکاوٹ بنے گی وہ ممنوع ہو گی مثلاً کھانا' پینا' سونا وغیرہ۔ اور جو چیز رکاوٹ نہیں بنے گی وہ ممنوع نہ ہو گی۔ مثلاً مسجد میں آتے ہوئے راستہ میں چلتے' چلتے کسی سے زبانی خرید و فروخت کا معاملہ طے کر لیا تو یہ جائز ہے۔

ب۔ لفظی اور اجتہادی علت

علت دو طرح کی ہے' ایک حکم کی وہ علت جس کو سمجھنے کے لیے تدبر اور تامل کی ضرورت ہو۔ اس کو ''اجتہادی علت'' کہتے ہیں۔ دوسری وہ علت جو حکم کو سنتے ہی بلا تامل ہر شخص سمجھ لیتا ہے۔ اس کو ''لفظی علت'' کہتے ہیں۔

مثلاً آیت قرآنی ''**لا تقل لهما أف**'' (والدین کو اُف بھی نہ کہو) کی علت یہ ہے کہ یہ والدین کی بے ادبی اور تکلیف کا باعث ہے۔ اس علت کو ہر شخص بلا تامل سمجھ سکتا ہے۔ اس کو ''لفظی علت'' کہتے ہیں اور حدیث شریف میں ''طعام'' کی قبضہ سے پہلے بیع منع ہونے کی علت یہ ہے کہ قبضہ سے پہلے وہ طعام خریدار کے تصرف میں نہیں آتا۔

اس علت کو ہر شخص بلا تامل نہیں سمجھ سکتا' فقہاء نے اس کو گہرے غور و فکر سے سمجھا ہے۔ ایسی علت کو ''اجتہادی علت'' کہتے ہیں۔

اس دوسری قسم کی علت کی بناء پر حکم جاری کرنا ''قیاس'' ہے۔ پہلی قسم کی علت کی بناء پر حکم مذکور کو دوسری اشیاء میں جاری کرنا قیاس نہیں' بلکہ یہ صریح حکم کی طرح شمار ہوتا ہے۔

ج) علّت اور حکمت

علت اور حکمت میں فرق یہ ہے کہ جب کسی چیز کا علت ہونا ثابت ہو جائے تو حکم کا دارومدار اس علت پر ہی ہوتا ہے۔ علت پائی جائے گی تو حکم پایا جائے گا، ورنہ نہیں؟ مگر کسی حکم کی حکمت اور مصلحت پر حکم کا دارومدار نہیں ہوتا وہ مصلحت اور حکمت موجود ہو یا نہ ہو حکم بہر حال جاری ہوگا۔ آج کل یہ غلطی عام ہو رہی ہے کہ شرعی مسائل میں حکمتوں کی بنیاد پر احکام کے جاری ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کیا جانے لگا ہے، اس لیے علت اور حکمت کے درمیان اس فرق کا پیش نظر رہنا بہت ضروری ہے۔

اس فرق کی سادہ مثال یہ ہے کہ چوراہوں پر سگنل لگے ہوتے ہیں، سرخ بتی پر گاڑیاں رک جاتی ہیں اور سبز بتی پر چلنے لگتی ہیں۔ قانون نے سرخ بتی کو گاڑیوں کے رکنے اور سبز بتی کو گاڑیوں کے چلنے کی علت قرار دے دیا ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ ٹریفک میں تصادم نہ ہو۔ ماہرین قانون جانتے ہیں کہ گاڑی کے رکنے اور چلنے کا مدار اس حکمت پر نہیں ہوگا کہ تصادم کا اندیشہ ہو تو گاڑی رک جائے اور تصادم کا اندیشہ نہ ہو تو گاڑی گزر جائے، بلکہ علت پر دارومدار ہوگا کہ سرخ بتی پر گاڑی رک جائے اور سبز بتی پر گزر جائے۔ اگر سرخ بتی جل رہی ہو اور کوئی شخص گاڑی لے کر گزر جائے اور یہ کہے کہ گاڑی روکنے میں حکمت یہ ہے کہ تصادم نہ ہو، روڈ خالی ہونے کی بناء پر تصادم کا اندیشہ نہیں تھا، اس لیے میں نے گاڑی گزار دی ہے تو قانون اس کی اس دلیل کو نہیں سنے گا، بلکہ اس کو مجرم قرار دے گا۔ بالکل اسی طرح احکام شرعیہ کا دارومدار حکمتوں پر نہیں ہوتا۔

مسالکِ علت

کسی حکم کی علت معلوم کرنے کے کئی طریقے ہیں جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

(۱) نص	(۲) ایماء	(۳) اجماع
(۴) مناسبت	(۵) شبہ	(۶) طرد
(۷) دوران	(۸) سبر و تقسیم	(۹) تنقیح مناط

یہ بات ذہن میں رہنا ضروری ہے کہ یہاں علت معلوم کرنے کے تمام طریقے اور ان کی تعریفیں لکھی جا رہی ہیں تاکہ آپ ان سب مسالک علت سے آگاہ ہو جائیں لیکن ان تمام طریقوں کا سب فقہاء کے ہاں قابل اعتبار ہونا ضروری نہیں۔ ان میں سے بعض طریقے ایسے بھی ہیں جن کے مقبول ہونے پر تمام فقہاء متفق نہیں ہیں، مگر فقہاء کے اختلافات کی تفصیل کا یہاں موقعہ نہیں۔

۱۔ نص

قرآن کریم یا حدیث پاک میں کسی حکم کی علت صراحتاً بتادی گئی ہو۔ اس کی مثال یہ ہے کہ سورۂ حشر کی آیت ۷ میں یہ بتایا گیا

ہے کہ مالِ غنیمت میں یتیموں اور مساکین کا بھی حق ہے۔ اس کی علت خود قرآن کریم نے ہی یہ بیان کر دی ہے: "**کَی لَا یکون دولة بین الأغنیاء منکم**" (تاکہ وہ مالِ غنیمت تم میں سے دولت مندوں کے درمیان لینے دینے کی چیز نہ کر نہ رہ جائے) جس کا حاصل یہ ہے کہ مالِ غنیمت کے مصارف بتا کر ان میں تقسیم کرنے کا پابند اس لیے بنایا گیا ہے تاکہ وہ مخصوص طبقے میں سمٹ کر نہ رہ جائے اور "اکتناز دولت" کی نوبت نہ آئے۔

۲۔ ایماء

"ایماء" کا معنی اشارہ کرنا ہے۔ یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی حکم کی علت صراحتاً تو بیان نہیں کی گئی ہے، لیکن علت کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ حدیث کے راوی کہتے ہیں: "**زنی ماعز فرجم**" (۴۵) (ماعز رضی اللہ عنہ نے زنا کیا تو انہیں رجم کر دیا گیا) اس میں اشارہ ہو رہا ہے کہ رجم (سنگسار) کرنے کی علت 'زنا' ہے۔

۳۔ اجماع

کبھی کسی حکم کی علت اجماع سے معلوم ہوتی ہے، یعنی اس بات پر اجماع ہو جاتا ہے کہ اس حکم کی علت یہ ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ میراث میں حقیقی بھائی کے ہوتے ہوئے صرف باپ شریک بھائی وارث نہیں ہوتا۔ اس کی علت یہ ہے کہ حقیقی بھائی کو دو رشتے حاصل ہیں، باپ کی جانب سے اور ماں کی جانب سے، جبکہ باپ شریک بھائی کو صرف ایک رشتہ حاصل ہے۔ لہٰذا دوہرے رشتے کو اکہرے رشتے پر ترجیح دی جائے گی۔ یہ علت اجماع سے ثابت ہوئی ہے۔

۴۔ مناسبت

کسی ایک چیز یا چند اشیاء کے بارے میں کوئی حکم وارد ہو تو اس چیز یا ان اشیاء میں پائے جانے والے اوصاف میں غور کیا جاتا ہے۔ جو وصف حکم سے زیادہ مناسبت رکھتا ہو اس کو علت قرار دے دیا جاتا ہے "مناسبت" سے یہی مراد ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ حدیث میں چھ چیزوں کے بارے میں حکم ہے کہ ان میں کسی چیز کی اسی کے بدلے میں خرید و فروخت ہو رہی ہو تو دونوں طرف سے دی جانے والی چیزیں برابر ہونا ضروری ہے۔ کمی بیشی سود ہے۔ وہ چھ چیزیں یہ ہیں۔ (۱) سونا (۲) چاندی (۳) گندم (۴) جو (۵) کھجور (۶) نمک ____ ان چھ چیزوں میں برابری ضروری ہونے کی علت کیا ہے؟ اس کو معلوم کرنے کے لیے ان چھ اشیاء کے اوصاف میں غور کیا گیا تو کئی اوصاف سامنے آئے۔ مثلاً (۱) یہ سب اشیاء ذخیرہ کی جا سکتی ہیں، ذخیرہ کرنے کی صورت میں پھلوں اور سبزیوں کی طرح ان کے خراب ہونے کا خطرہ نہیں۔ (۲) پہلی دو چیزیں، سونا اور چاندی شرعاً

۴۵۔ نہایۃ السئول ۴/ ۶۵

زر یعنی آلہ تبادلہ ہیں۔ زر ہونے کو علماء کے ہاں ''ثمنیت'' کہا جاتا ہے۔ (۳) آخری چار' اشیائے خوردنی ہیں۔ (۴) عہد نبوی میں پہلی دو چیزیں تولی جاتی تھیں اور آخری چار اشیاء پیمانوں کے ساتھ ناپ کر بیچی جاتی تھیں۔ پہلی دو چیزوں میں ''وزن'' اور آخری چار اشیاء میں ''کیل'' کا وصف موجود ہے۔

ان اوصاف میں سے برابری ضروری ہونے اور کمی بیشی کے سود ہونے کی علت کون سا وصف ہے؟ فقہائے حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ آخری دو وصف یعنی ''وزن'' اور ''کیل'' علت ہے۔ اس لیے کہ انہیں دو اوصاف کو برابری کے حکم سے زیادہ مناسبت ہے۔ اس لیے کہ وزن اور کیل دونوں برابری کا ذریعہ ہیں۔

۵۔ شِبہ

''شِبہ'' کی تعریف میں علمائے اصول فقہ کی آراء کافی مختلف ہیں' حتیٰ کہ ابن الانباری نے یہاں تک کہہ دیا ''**لست أری فی مسائل أصول الفقه مسألة أغمض منه**'' (میں نے اصول فقہ کے مسائل میں اس سے زیادہ الجھا ہوا مسئلہ نہیں دیکھا) (۴۶)۔

''شِبہ'' کی تعریف کے سلسلے میں ایک رائے یہ ہے کہ اصل کا حکم فرع میں اس لیے جاری کر دیا جائے کہ فرع کو اصل کے ساتھ کافی زیادہ مشابہت حاصل ہے اور یہ نہ دیکھا جائے کہ حکمِ اصل کی علت بھی فرع میں موجود ہے یا نہیں؟

اس کی مثال یہ ہے کہ علماء شافعیہ کے نزدیک بغیر نیت کے وضو نہیں ہوتا وہ وضو کو تیمّم پر قیاس کرتے ہیں' کہ جیسے بغیر نیت کے تیمّم نہیں ہوتا ایسے ہی وضو بھی نہیں ہوتا۔ اس قیاس کی بنیاد صرف یہ ہے کہ وضو کو تیمم کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت حاصل ہے کہ دونوں طہارت کا ذریعہ ہیں۔ صرف اس مشابہت کی بناء پر قیاس کیا گیا ہے' یہ دیکھے بغیر کہ تیمم میں نیت ضروری ہونے کی علت کیا ہے اور وہ علت وضو میں بھی موجود ہے یا نہیں؟ صرف مشابہت کی بناء پر علت کو دیکھے بغیر قیاس کرنا ہی ''شِبہ'' کہلاتا ہے۔

۶۔ طرد

جہاں یہ دیکھا گیا ہو کہ کسی وصف کے عام طور پر پائے جانے کی صورت میں اس پر حکم مرتب ہو جاتا ہے تو اسی وصف کو اس حکم کی علت قرار دے دینا ''طرد'' کہلاتا ہے۔

۷۔ دوران

جب یہ دیکھا جائے کہ ایک وصف کے پائے جانے سے حکم جاری ہو جاتا ہے اور اس وصف کے نہ ہونے سے حکم بھی جاری نہیں ہوتا تو یہ ''دوران'' کہلائے گا۔ ''دوران'' کا معنی دائر ہونا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ حکم وجوداً اور عدماً کسی وصف پر دائر ہو۔ یعنی وہ

۴۶۔ ارشاد الفحول ص ۲۷۳

وصف پایا جائے تو حکم بھی پایا جائے' وصف نہ ہو تو حکم بھی نہ ہو۔

اس کی مثال یہ ہے کہ انگور کا رس نشہ آور نہ ہو تو حرام نہیں' نشہ آور ہو تو حرام ہے' معلوم ہوا کہ حرام ہونے کا دارومدار نشہ آور ہونے پر ہے۔ یہ نشہ آور ہونے کا وصف ہو تو حرمت ہوتی ہے' ورنہ نہیں۔

۸۔ سبر و تقسیم

حکم کے تمام وہ اوصاف جن کے علت ہو سکنے کا احتمال ہو' ان سب کو بیان کر کے ایک کے علاوہ باقی سب کا علت نہ ہونا ثابت کر دیا جائے تو اس ایک کا علت ہونا ثابت ہو جائے گا۔ اس کو ''سبر و تقسیم'' کہتے ہیں۔

اس کی مثال یہ حدیث شریف ہے کہ چھ چیزوں میں کسی ایک چیز کی اسی کے بدلے میں خرید و فروخت کرو' تو برابری ہونا ضروری ہے۔ (اس کی تفصیل طریقہ نمبر ۴ ''مناسبت'' کے ذیل میں گزر چکی ہے دوبارہ دیکھ لی جائے) اب ان چھ اشیاء کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ ان میں برابری ضروری ہونے کی علت کے بارے میں کئی امکان ہیں۔ (۱) اس کی علت ''ثمنیت'' (زر-Mon-ey ہونا) ہو۔ (۲) خوردنی اشیاء ہونا علت ہو۔ (۳) کیل (Measurement) علت ہو۔ (۴) وزن علت ہو۔ پہلی دو چیزیں علت نہیں بن سکتی ہیں۔ اس لیے کہ ثمنیت اور خوردنی اشیاء کی ضرورت عام ہے۔ اور برابری کی شرط لگانے سے مشکل پیدا ہو گی۔ اور جہاں ضرورت عام ہو شریعت وہاں سہولت پیدا کیا کرتی ہے۔ جب ثابت ہو گیا کہ پہلی دونوں چیزیں علت نہیں تو آخری دونوں علت ہوں گی۔

۹۔ تنقیح مناط

یہ ثابت کرنا کہ اصل اور فرع میں فرق نہیں ہے۔ مثلاً عہد نبویؐ میں ایک شخص نے رمضان کے روزے کے دوران اپنی بیوی سے مباشرت کر لی تو آپؐ نے ان پر کفارہ واجب فرمایا۔ یہاں تنقیح مناط یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ رمضان کے روزے میں قصداً کھانا' پینا بھی قصداً مباشرت کی طرح ہے' دونوں میں فرق نہیں' لہٰذا قصداً کھانے' پینے کی صورت میں کفارہ واجب ہو گا۔

علّت کو باطل کرنے والے امور

جب کسی علت کی بناء پر قیاس کیا جاتا ہے تو بعض اوقات قیاس کا عمل درست نہیں ہوتا۔ قیاس کی غلطی بتانے کے لیے علت کو باطل کرنے والے امور ذکر کیے جاتے ہیں۔ یوں تو ایسے امور بہت زیادہ ہیں' لیکن یہاں ان میں سے چند اہم امور پیش کیے جاتے ہیں:

الف۔ نقض

یہ ثابت کر دینا کہ قیاس کرنے والے نے جس وصف کو حکم کی علت قرار دیا ہے وہ علت نہیں 'اس لیے کہ بعض مسائل میں وہ علت پائی جارہی ہے 'لیکن حکم موجود نہیں۔ اگر واقعی وہ علت ہوتی تو ہر جگہ اس پر حکم جاری ہوتا۔

اس کی مثال بعض علماء کا یہ قول ہے کہ وضو تیمم کی طرح طہارت کا ذریعہ ہے 'لہٰذا تیمم کی طرح وضو میں بھی نیت ضروری ہے 'اس قیاس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ کپڑے دھونا بھی طہارت کا ذریعہ ہے تو اس میں بھی نیت ضروری ہونا چاہیے 'حالانکہ اس میں کسی کے ہاں نیت ضروری نہیں 'معلوم ہوا کہ نیت ضروری ہونے کی علت طہارت کا ذریعہ ہونا نہیں۔

ب۔ قلب

قیاس کرنے والے نے جس بات کو بنیاد اور مدار بنا کر قیاس کیا ہے 'اس کے بارے میں یہ ثابت کر دینا کہ اس بات کو اگر مدار بنایا جائے تو مسئلہ ایک دوسرے پہلو سے قیاس کرنے والے کے خلاف ثابت ہوتا ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ اگر یوں قیاس کیا جائے کہ وضو میں سر کا مسح تین مرتبہ پانی لے کر تین مرتبہ کرنا سنت ہے۔ کیونکہ سر کا مسح وضو کا ایک رکن ہے اور وضو کے دوسرے ارکان (مثلاً چہرہ 'بازو 'پاؤں دھونا) میں تین مرتبہ ہونا سنت ہے 'لہٰذا مسح بھی تین مرتبہ سنت ہے۔ اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ اس قیاس کا ایک پہلو اور بھی ہے 'جس سے مسئلہ اس کے برعکس ثابت ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ سر کا مسح _____ موزوں کے مسح کی طرح _____ وضو کا رکن ہے۔ اور موزوں کا مسح ایک بار سنت ہے تو سر کا مسح بھی ایک بار سنت ہے۔ اس طرح جواب دینے کو ''قلب'' کہا جاتا ہے۔

ج۔ فرق

اصل اور فرع میں فرق بتا کر یہ ثابت کر دینا کہ حکمِ اصل کی علت فرع میں مکمل طور پر نہیں پائی جارہی۔

اس کی مثال یہ ہے کہ زمین بیچی جائے تو اس میں لگے ہوئے درخت بھی زمین کے ساتھ خریدار کے ہو جاتے ہیں۔ اگر اس پر قیاس کرتے ہوئے کہا جائے کہ زمین بیچنے کی صورت میں اس میں کھڑی ہوئی کھیتی بھی خریدار کی ہو جائے گی تو اس قیاس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ درخت اور کھیتی میں فرق ہے۔ درخت زمین میں باقی رکھنے کے لیے ہی لگائے جاتے ہیں 'اس لیے وہ زمین کا ایک حصہ بن گئے ہیں 'جبکہ کھیتی زمین میں باقی رکھنے کے لیے نہیں لگائی جاتی 'اس لیے وہ درخت کی طرح زمین کا حصہ شمار نہیں ہوگی۔

علّت کی اقسام

علماء نے مختلف پہلوؤں سے علت کی کئی تقسیمات بیان کی ہیں۔ ان میں سے بعض واضح تقسیمات درج ذیل ہیں :

پہلی تقسیم

علت یا تو وجودی ہو گی یا سلبی۔ "وجودی علت" کی مثال، جیسے شراب کے حرام ہونے کی علت نشہ آور ہونا ہے۔ "نشہ آور ہونا" ایک "وجودی" (Positive) چیز ہے اور "سلبی علت" کی مثال، جیسے کسی سے جبراً خرید و فروخت کروائی جائے تو یہ خرید و فروخت شرعاً کالعدم ہوتی ہے۔ اس کی علت اس کا راضی نہ ہونا ہے۔ اور "راضی نہ ہونا" ایک "سلبی" (Negative) چیز ہے۔

دوسری تقسیم

علت عقلی ہو گی یا اضافی۔ "اضافی" سے مراد یہ ہے کہ اس کو سمجھنے کے لیے کسی اور چیز کا تصور درمیان میں ضرور آتا ہو۔ جیسے "باپ ہونا" اس کو سمجھنے کے لیے اولاد کا تصور ضرور آتا ہے۔ جب کسی کے باپ ہونے کا ذکر کیا جائے تو فطری طور پر یہ سوال ضرور ذہن میں آتا ہے کہ کس کا باپ ہے؟ اور "عقلی" ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ اضافی نہ ہو، یعنی اس کو سمجھتے ہوئے کسی اور چیز کا تصور آنا ضروری نہ ہو۔ جیسے 'نشہ آور ہونا'۔

تیسری تقسیم

علت مرکب ہو گی۔ یا بسیط (Simple)۔ "بسیط" ہونے سے مراد یہ ہے کہ صرف ایک چیز علت بنے، جیسے "نشہ آور ہونا" شراب کے حرام ہونے کی علت ہے۔ اور مرکب ہونے سے مراد یہ ہے کہ کئی اشیاء کا مجموعہ علت بنے، جیسے ناحق قتلِ عمد قصاص کی علت ہے۔ یہاں تین چیزوں کا مجموعہ علت ہے۔ قتل، عمداً ہونا اور ناحق ہونا۔

چوتھی تقسیم

علت "متعدی" (Transitive) ہو گی یا نہیں؟ "متعدی" ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ علت اس حکم کے علاوہ کسی اور چیز میں بھی پائی جا سکتی ہو، جیسے شراب کے حرام ہونے کی علت نشہ آور ہونا ہے، یہ علت شراب کے علاوہ کسی اور چیز میں بھی پائی جا سکتی ہے۔ اس کے برعکس جو علت "متعدی" نہ ہو اس کو "علت قاصرہ" کہتے ہیں۔ یعنی وہ علت جو اس حکم کے علاوہ کسی اور چیز میں نہ پائی جا سکتی ہو۔ جیسے حدیث میں ہے کہ سونے کی سونے کے بدلے میں، یا چاندی کی چاندی کے بدلے میں خرید و فروخت ہو تو برابری ضروری ہے۔ بعض فقہاء کے ہاں اس کی علت سونا، چاندی ہونا ہی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ علت، یعنی سونا، چاندی ہونا سونا، چاندی کے علاوہ کسی اور چیز میں نہیں پائی جا سکتی۔

۴۔ قیاس کی اقسام

علمائے اصول فقہ نے مختلف پہلوؤں سے قیاس کی کئی تقسیمات ذکر کی ہیں جو درج ذیل ہیں :

پہلی تقسیم

(۱) قیاس جلی (۲) قیاس خفی

قیاس جلی

ایسا قیاس جس میں فرع کا اصل کے ساتھ ملحق ہونا اتنا واضح ہو کہ مشترک علت کی طرف توجہ کرنے کی بھی ضرورت نہ ہو۔ جیسے یتیم کا مال ناحق کھانے سے منع کیا گیا ہے۔ یتیم کا مال جلا دینا یا غرق کر دینا بھی اسی طرح ممنوع ہے۔ اور جلانے یا غرق کرنے کا ناحق کھانے کے ساتھ ملحق ہونا بالکل واضح ہے کہ علت کی طرف توجہ کی بھی ضرورت نہیں۔ ایسے قیاس کو ''قیاس قطعی'' کہتے ہیں۔

قیاس خفی

جس میں فرع کا اصل کے ساتھ ملحق ہونا اتنا واضح نہ ہو' بلکہ علت کی ضرورت پڑتی ہو۔ عموماً قیاس اسی نوعیت کا ہوتا ہے' مباحثِ علت میں ایسے قیاس کی متعدد مثالیں گزر چکی ہیں (۷۴)۔

دوسری تقسیم

قیاس میں کبھی حکم اصل بعینہ فرع میں جاری کیا جاتا ہے اور کبھی حکم اصل سے ملتا' جلتا حکم جاری کیا جاتا ہے۔

پہلی قسم ____ حکم اصل بعینہ فرع میں جاری کرنے ____ کی مثال یہ ہے کہ حدیث میں بلی کے جھوٹے کو پاک قرار دیا گیا ہے' اس کی علت گھروں میں بلی کی کثرت سے آمد و رفت ہے۔ اسی علت کی وجہ سے گھروں میں بکثرت آنے' جانے والے دیگر جانوروں کے جھوٹے کو بھی پاک قرار دیا جائے گا۔

دوسری قسم ____ حکم اصل بعینہ فرع میں جاری نہ کرنے ____ کی مثال یہ ہے کہ بلی کی بکثرت آمد و رفت کی وجہ سے اس کے جوٹھے کے حکم میں تخفیف کی گئی ہے' ایسے ہی گھر کا کام 'کاج کرنے والے خدام کی بکثرت آمد و رفت کی وجہ سے گھر میں آتے

۷۴۔ تسہیل الوصول ص ۷۰

ہوئے اجازت لینے کے حکم میں تخفیف کر دی گئی ہے کہ خلوت اور آرام کے اوقات کے علاوہ وہ بغیر اجازت آسکتے ہیں (۴۸)۔

تیسری تقسیم

قیاس کی تین قسمیں ہیں (۱) قیاس علت (۲) قیاس دلالت (۳) قیاس شبہ

''قیاس علت'' یہ ہے کہ علت کی بناء پر حکم اصل کو فرع میں جاری کیا جائے جیسے شراب کے حرام ہونے کی علت نشہ آور ہونا ہے۔ اس علت کی بناء پر دوسری نشہ آور اشیاء بھی حرام قرار پاتی ہیں۔

''قیاس دلالت'' یہ ہے کہ علت کی بجائے علت کی علامت کی بناء پر اصل کا حکم فرع میں جاری کیا جائے جیسے کسی شیرہ کو بدبو دار ہونے یا جھاگ چھوڑنے کی وجہ سے حرام کہنا۔ بدبو دار ہونا یا جھاگ چھوڑنا شراب حرام ہونے کی علت تو نہیں، البتہ علت یعنی نشہ آور ہونے کی علامت ہے۔

''قیاس شبہ'' یہ ہے کہ فرع کو اصل کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت حاصل ہونے کی بناء پر اصل کا حکم فرع میں جاری کیا جائے۔

اس کی تفصیل کے لیے مسالک علت میں ''شبہ'' کا بیان دیکھئے۔

۴۸۔ اصول الشاشی ص ۹۶

اہم نکات

۱۔ قرآن و سنت میں بیان کیے ہوئے حکم کو کسی ایسی چیز میں جاری کرنا جس کا حکم صراحتاً بیان نہیں کیا گیا' اس بناء پر کہ قرآن و سنت کے حکم کی علت اس میں بھی موجود ہے۔

۲۔ قیاس کے چار ارکان ہیں۔(۱) اصل 'وہ مسئلہ جس کا حکم صراحتاً بیان کیا گیا ہے۔ (۲) حکم اصل 'وہ حکم جو صراحتاً بیان کیا گیا ہے۔ (۳) علت 'جو چیز بیان کیے گئے حکم کا منشاء اور مدار ہے۔ (۴) فرع 'جس کا حکم صراحتاً مذکور نہیں ہے۔

۳۔ قیاس ایک دلیل شرعی ہے 'جس کا حجیت ہونا قرآن کریم کی کئی آیات 'حضور ﷺ کی متعدد احادیث 'صحابہ کے اجماع اور عقلی دلائل سے ثابت ہے۔

۴۔ بعض احادیث میں 'یا بعض صحابہ کے اقوال میں رائے کی جو مذمت آئی ہے 'وہ ایسی رائے کی مذمت ہے جس میں قیاس کی شرائط اور قواعد کی رعایت نہ کی جاتی ہو 'مثلاً قیاس کرنے والا قیاس کی مطلوبہ اہلیت نہ رکھتا ہو یا وہ قیاس محض اس کی ذاتی رائے ہو قرآن و سنت کے کسی حکم کی علت یا اصول اس کی بنیاد نہ ہو۔

۵۔ ''قیاس'' قرآن و سنت اور اجماع کی مخالفت نہیں؟ ''قیاس'' قرآن و سنت پر عمل چھوڑنے کا نام نہیں 'بلکہ قرآن و سنت پر عمل کرنے کی ایک صورت ہے۔ جو احکام قرآن و سنت کے اصولوں اور منصوص احکام کی علتوں کی تہہ میں چھپے ہوئے ہیں' قیاس کے ذریعے ان کو معلوم کر کے ان پر عمل کیا جاتا ہے۔

۶۔ جس وصف کو شریعت حکم کا مدار قرار دے 'وہ ''علت'' ہے۔ وہ علت اگر تامل اور تدبر کے بعد سمجھ میں آتی ہو تو ''اجتہادی علت'' ہے 'اس کی بناء پر حکم جاری کرنا ''قیاس'' ہے۔ اور اگر وہ علت ہر شخص بلا تامل سمجھ سکتا ہو تو وہ ''لفظی علت'' ہے' اس کی بناء پر حکم جاری کرنا ''قیاس'' نہیں 'بلکہ یہ حکم' صریح حکم میں شامل ہے۔

احکام کا دارومدار ان کی شرعی علتوں پر ہوتا ہے 'حکمتوں پر نہیں ہوتا۔

۷۔ علت کی آٹھ قسمیں ہیں۔

۱۔ الف۔ وجودی (Positive) علت

ب۔ سلبی (Negative) علت

۲۔ الف۔ اضافی علت، جس کے سمجھنے سے کسی اور چیز کا تصور لازماً آتا ہو۔

ب۔ عقلی علت، جو ایسی نہ ہو۔

۳۔ الف۔ مرکب علت

ب۔ بسیط علت

۸۔ قیاس کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں :

۱ (i) قیاس جلی (ii) قیاس خفی

۲ (i) حکم اصل بعینہ فرع میں جاری کرنا (ii) حکم اصل بعینہ فرع میں جاری نہ کرنا

۳ (i) قیاس علت (ii) قیاس دلالت (iii) قیاس شبہ

کتب برائے مزید مطالعہ

۱۔ جامع الاصول از ڈاکٹر احمد احسن (الوجیز فی اصول الفقہ از ڈاکٹر عبدالکریم زیدان)
مطبع مجتبائی پاکستان، ہسپتال روڈ لاہور

۲۔ فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر از محمد تقی امینی
اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، شاہ عالم مارکیٹ لاہور، ۱۹۸۹ء

۳۔ اجتہاد از محمد تقی امینی
قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

۴۔ فلسفہ شریعت اسلام از صبحی محمصانی۔ مترجم مولوی محمد احمد رضوی
مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۸۵

مصادر و مراجع

۱۔ قرآن مجید

۲۔ صحیح بخاری، نور محمد، کراچی

۳۔ صحیح مسلم، نور محمد کراچی

۴۔ سنن ابن ماجہ، نور محمد، کراچی

۵۔ جامع ترمذی، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۶۔ سنن ابی داود، فرید بک سٹال، لاہور

۷۔ مشکوۃ، نور محمد، کراچی

۸۔ الجصاص، احکام القرآن، سہیل اکیڈمی لاہور

۹۔ الآلوسی، روح المعانی، مکتبہ امدادیہ ملتان

۱۰۔ البیضاوی، منہاج الوصول مع نهاية السئول، بیروت

۱۱۔ الاسنوی، نہایۃ السئول، بیروت

۱۲۔ السرخسی، اصول السرخسی۔ دار المعارف النعمانیۃ، دکن

۱۳۔ ابن القیم، اعلام الموقعین۔ بیروت

۱۴۔ ابن حجر، تہذیب التہذیب

۱۵۔ ابن حجر، التلخیص الحبیر، مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل

۱۶۔ الہیثمی، مجمع الزوائد

۱۷۔ الشوکانی، ارشاد الفحول، بیروت

۱۸۔ مسند احمد بن حنبل، دار الفکر، بیروت

''مطالعہ اسلامی قانون'' کے مطبوعہ مضامین

اختصاصی مطالعہ: اصول فقہ کورس

۱۔	علم اصول فقہ: ایک تعارف (حصہ اول)
۲۔	علم اصول فقہ: ایک تعارف (حصہ دوم)
۳۔	قرآن
۴۔	سنت
۵۔	سنت کی حجیت کا جائزہ
۶۔	اجماع
۷۔	قیاس
۸۔	شرائع سابقہ: اقوالِ صحابہؓ: استصلاح
۹۔	استحسان۔استصحاب۔استدلال
۱۰۔	عُرف اور سدّ ذرائع
۱۱۔	حکمِ شرعی۔۱ (حکمِ تکلیفی)
۱۲۔	حکمِ شرعی۔۲ (حکمِ وضعی)
۱۳۔	خاص
۱۴۔	عام۔مشترک۔حقیقت ومجاز۔صریح وکنایہ
۱۵۔	دلالات
۱۶۔	اسلام کا نظریۂ اجتہاد
۱۷۔	مناہج واسالیبِ اجتہاد
۱۸۔	تقنین (اسلامی احکام کی ضابطہ بندی)
۱۹۔	پاکستان میں قوانین کو اسلامیانے کا عمل
۲۰۔	فقہ حنفی وفقہ مالکی
۲۱۔	فقہ شافعی وفقہ حنبلی
۲۲۔	فقہ جعفری وفقہ ظاہری
۲۳۔	قواعد کلیہ (حصہ اول)
۲۴۔	قواعد کلیہ (حصہ دوم)

ابتدائی کورس

۱۔	اسلامی قانون کے مآخذ، مأخذ اول۔قرآن
۲۔	اسلامی قانون کے مآخذ، مأخذ دوم۔سنت
۳۔	اسلامی قانون کے مآخذ، مأخذ سوم۔اجماع
۴۔	اسلامی قانون کے مآخذ، مأخذ چہارم۔قیاس
۵۔	اجتہاد کی تعریف
۶۔	اسلام میں قانون سازی کا تصور اور طریق کار
۷۔	دینی مسائل میں اختلافات، اسباب اور ان کا حل
۸۔	اسلام کا قانون نکاح وطلاق
۹۔	اسلام کا قانون وراثت ووصیت
۱۰۔	اسلام میں عورت کی استثنائی حیثیت اور اس کی وجوہ
۱۱۔	اسلام کا تصور ملکیت ومال
۱۲۔	اسلام کا تصور معاہدہ
۱۳۔	اسلام میں شراکتی کاروبار کا تصور
۱۴۔	مزارعت اور مساقات
۱۵۔	اسلام کا نظام محاصل
۱۶۔	اسلام کا نظام مصارف
۱۷۔	اسلام میں عدل وقضاء کا تصور
۱۸۔	اسلام کا نظام احتساب
۱۹۔	اسلامی نظام عدل میں شہادت کا تصور
۲۰۔	اسلام کا تصور جرم وسزا
۲۱۔	اسلام کا فوجداری قانون
۲۲۔	اسلام کا دستوری قانون
۲۳۔	اسلام کا قانون بین الممالک
۲۴۔	اسلام میں ربا کی حرمت اور بلاسود سرمایہ کاری

شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد